جلد ۲ نومبر ۱۹۶۱ء شمارہ ۱۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اٰلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

نومبر ۱۹۶۱ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- پانچ روپے ✿ فی پرچہ:- پچاس پیسے!

فہرست مضامین

نئی زندگی ۔ نیا جوش ۔ نیا عزم	اداریہ	۳
شیطان قال سے نہیں مرتا بلکہ حال سے مرتا ہے	حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	۹
حضرت ابوبکرؓ کی بلند شان (عربی نظم)	” ” ”	۱۱
قرآن مجید کی عظمتِ شان (فارسی نظم)	” ” ”	۱۲
چند خوابیں	حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ	۱۳
”انصار اللہ“ کی وسیع اور ہمہ گیر اصطلاح	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی	۱۷
”ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے“	مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم ۔ اے	۲۶
شمائل حضرت مسیح موعود علیہ السلام	مکرم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ لاہور	۳۳
یورپ اور افریقہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی	ادارہ	۴۱
بچوں کے صفحات :۔		
کھانے کے آداب	”	۴۵
قرآن مجید کی خوبیاں	درثمین اردو	۴۶
مرکزی اعلانات	قائدین مجلس مرکزیہ	۴۷

طابع وناشر :۔ محمد ابراہیم ٭ مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت : دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۱

(۲۰- نومبر ۱۹۶۱ء)

نئی زندگی۔ نیا جوش۔ نیا عزم

سالانہ اجتماع کی عظیم الشان برکات

گزشتہ ماہ کے اواخر میں یعنی ۲۷ر اکتوبر سے ۲۹ر اکتوبر تک ربوہ کی مقدس سرزمین میں انصار اللہ کا ساتواں سالانہ اجتماع منعقد ہوا اور ہوا بھی پوری آب و تاب اور روایتی شان کے ساتھ۔ وہ آب و تاب اور روایتی شان دعاؤں، ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے روح پرور ماحول سے عبارت ہے جس میں ہر سال یہ اجتماع منعقد ہو کر انصار کو ایک نئی زندگی سے ہمکنار کرنے اور روحانی علو و ارتفاع سے مالا مال کرنے کا موجب ہوتا ہے اور اس طرح ان میں خدمتِ اسلام کا ایک نیا جذبہ، ایک نیا جوش اور ایک نیا عزم پیدا کر کے انہیں اپنا سب کچھ خدا اور اُس کے دین کی راہ میں قربان کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔

یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل اور احسان ہے کہ امسال انصار اللہ کا اجتماع اپنے اِس بلند مقصد کے لحاظ سے پہلے کی نسبت اَور بھی زیادہ کامیاب رہا اور کیوں نہ رہتا جبکہ یہ نصرتِ دین کا فریضہ ادا کرنے والے انصارِ ذی وقار کا اجتماع تھا، اُن وفا شعاروں اور جاں نثاروں کا اجتماع تھا جن کے باطنی سماعت سے بہرہ ور کانوں میں ہر دم مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کی آسمانی آواز گونجتی رہتی ہے اور جو عملاً اِس امر کا واضح اور بیّن ثبوت بہم

پہنچاتے رہتے ہیں کہ اُن کے دلوں کی گہرائیوں سے ہردم اور ہر آن نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کی ندا بلند ہو رہی ہے
یہ ابراہیم ثانیؑ کے سدھائے ہوئے اُن روحانی پرندوں کا اجتماع تھا جو اِس زمانہ میں ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا ط (البقرہ آیت ۲۶۱) کے مصداق ہیں اور اپنی اِس صفت کا بار بار ہی نہیں بلکہ ہر بار پہلے سے بھی بڑھ کر شان کے ساتھ مظاہرہ کرتے چلے آ رہے ہیں، اور پھر یہ یادِ خدا میں مصروف رہنے والے اُن عباد الرحمٰن کا اجتماع تھا جن کے شب و روز قرآنی حکم فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء آیت ۱۰۴) پر عمل پیرا ہونے میں ہی گزرتے اور بسر ہوتے ہیں ـــــ چنانچہ وہ آئے اور دَوڑتے ہوئے آئے اور زبانِ حال سے بآوازِ بلند یہ کہتے ہوئے آئے کہ اِس زمانہ میں خدا اور اُس کے دین کے مددگار ہم ہیں اور اِس حال میں آئے کہ اُن کی رُوحیں خدائے قادر و قدوس کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہوئے اُس کی تحمید و تمجید اور عظمت و بزرگی کے ترانے گا رہی تھیں اور پھر اِس عزم کے ساتھ آئے کہ وہ ایک نئی زندگی، نئے جوش اور نئے عزم سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں کو واپس لَوٹیں گے اور سارا سال مصروفِ عمل رہ کر اسلام کی وہ خدمت بجا لانے کی کوشش کریں گے جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ہو۔

اُن کے اِس طور اور شان کے ساتھ آنے کی نشاندہی اِس امر سے بھی ہوتی ہے کہ وہ امسال گذشتہ سالوں کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں آئے۔ پھر اور زیادہ خوشکن بات یہ ہے کہ صرف شامل ہونیوالے انصار کی تعداد میں ہی نہیں بلکہ شرکت کرنے والی مجالس کی تعداد میں بھی معتدبہ اضافہ ہوا یعنی امسال بعض ایسی مجالس کے نمائندے بھی آئے جن کی طرف سے اِس سے پہلے کبھی کوئی نمائندہ نہ آیا تھا۔ چنانچہ گذشتہ سال جبکہ اجتماع میں ۱۳۶ مجالس کے ۴۱۳ نمائندگان نے شرکت کی تھی امسال ۱۷۱ مجالس کے ۴۳۰ نمائندگان شریک ہوئے پھر شامل ہونیوالے ارکین ان کے علاوہ تھے جنکی تعداد ۸۳۵ تھی مزید برآں نوجوان خدام اور اطفال نے بھی اجتماع میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ ایسے خدام اور اطفال کی تعداد جنہوں نے اجتماع میں بطور زائر شریک ہو کر اس کی عظیم الشان برکات سے فائدہ اٹھایا ۱۶۰۰ سے بھی زیادہ تھی حتیٰ کہ زائرین کے لئے جتنے ٹکٹ تیار کئے گئے تھے وہ سب ختم ہو گئے اور آخری روز بہت سے زائرین کو بغیر ٹکٹ ہی اندر آنے کی اجازت دینا پڑی۔

پھر امسال دعاؤں، ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے رُوح پرور ماحول کی کیفیت پہلے سے بھی فزوں تر تھی۔ اوّل تو سالہا سال کی تربیت کا لازمی اقتضاء یہی ہونا چاہیئے تھا کہ اِس رُوح پرور ماحول کی کیفیت فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی جائے دوسرے اِس ماحول کی لاثانی کیفیت کو بڑھانے اور زیادہ مثمر و موثر بنانے کا موجب ایک اور چیز بھی تھی اور وہ یہ کہ امسال نہایت خوبصورت شامیانوں اور قناتوں سے تیار کردہ مقام اجتماع میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی زندگی بخش

تحریرات کے بعض نہایت ہی جاذب، دلکش اور روحوں پر وجد کی کیفیت طاری کر دینے والے بیش قیمت اقتباسات بڑے بڑے مستطیل پارچات پر نہایت خوشخط لکھوا کر جگہ جگہ آویزاں کر دئے گئے تھے جو ہر آن مقامِ اجتماع میں بیٹھے ہوئے سامعین کی نگاہوں اور توجہ کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچنے کا موجب بنے ہوئے تھے اور جو اُن کی طبیعتوں کو سوز و گداز سے معمور کر کے انہیں اپنا زیادہ سے زیادہ وقت دُعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں گزارنے کی عظیم الشان صلاحیت سے بہرہ اندوز و فائز المرام کر رہے تھے۔ مقامِ اجتماع میں بیٹھے بیٹھے جدھر بھی نگاہ اٹھ جاتی درد و سوز اور اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی کوئی نہ کوئی بیش قیمت نصیحت جلی حروف میں لکھی ہوئی نظر آتی جو آنکھوں کو روشن کرتی ہوئی دل میں اُتر تی چلی جاتی اور دماغ پر اس طرح مستولی ہو جاتی کہ گویا دماغ اِس نصیحت سے آزاد ہو کر اب کچھ اور سوچ ہی نہیں سکتا۔ کبھی دائیں جانب نظر اُٹھتی تو لکھا ہوا نظر آتا:-

"خدا بڑی دولت ہے اُس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔" (ازالۂ اوہام)

اور اگر بائیں طرف نظر اُٹھتی تو وہ سمت یہ پیغام دیتی ہوئی نظر آتی:-

"خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ ایک بچے کی طرح بن کر اُس کے حکموں کے نیچے چلو۔" (ازالۂ اوہام)

اِسی طرح ایک اور سمت میں یہ الفاظ دعوتِ عمل کی صورت میں آنکھوں کے سامنے آجاتے:-

"سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے۔" (ازالۂ اوہام)

اور اسٹیج کے اُوپر سامنے کے رُخ جلی حروف میں لکھے ہوئے اِن الفاظ سے تو جملہ سامعین کی نگاہیں ہر دم اور ہر آن ہی دوچار رہتیں:-

"دُعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دُعا سے۔ اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ)

اِسی پر بس نہیں اِن طغروں کی شکل میں تزکیۂ نفس اور دعوتِ فکر و عمل کا اور بہت کچھ سامان موجود تھا کہیں یہ الفاظ نگاہ کو تھام لیتے اور ہاتھوں میں دل کو تھام لینے پر مجبور کر دیتے:-

"میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔" (ملفوظات حصہ دوم)

اور کہیں یہ نصیحت دل پر نقش ہوئے بغیر نہ رہتی:-

"نیک عملی اور راستبازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو۔ خدا اُن کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں

ضائع نہیں کرتا۔" (رازِ حقیقت)
پھر یہ عبارت بھی نگاہوں کو کچھ کم اپنی طرف کھینچنے کا موجب نہ تھی:۔
"جو شخص دین کی خدمت کے واسطے شرح صدر سے اُٹھتا ہے خدا اُس کو ضائع نہیں کرتا۔"
(ملفوظات جلد دوم)

اسی طرح یہ الفاظ بھی نگاہوں کو آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیتے تھے:۔
"آپس میں اخوت اور محبت کرو۔ درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔" (ملفوظات جلد اول)

یہ اور اسی قسم کے متعدد دیگر طغرے بار بار نگاہوں کے سامنے آتے تھے اور دلوں میں اُتر اُتر کر تزکیہ نفوس و تطہیر قلوب کا باعث بن رہے تھے۔ یہ طغرے نہیں بلکہ بجلی کی بیٹریاں تھیں جن پر نگاہیں پڑنے سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا جسموں میں برقی رَوئیں دَوڑ رہی ہیں اور دِکشا فتوں اور مَیل کچیل کو کاٹ کاٹ کر دلوں اور سینوں کو مہبطِ انوارِ الٰہی بنا رہی ہیں۔ اِس رُوح پرور ماحول میں جب ہر شب انصار کو نمازِ تہجّد میں اللہ تعالیٰ کے حضور آہ وزاری اور دعاؤں کی غیر معمولی توفیق ملی اور انہوں نے قرآن مجید، احادیثِ نبویؐ اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر معارف درس سُنے اور وہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے حضور علیہ السلام کی سیرۃِ طیّبہ کے اذکارِ مقدس سے بہرہ اندوز ہوئے اور علمی اور تربیتی موضوعات پر علماء سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر نے ان کے تشنہ دلوں کو سیراب کیا تو اُن پر بار بار وجد کی سی کیفیت طاری ہو ہو گئی اور وہ روحانی کیف وسرور سے بھر کر یوں محسوس کرنے لگے کہ وہ ایک اور ہی عالَم کی سیر کر رہے ہیں۔ ایسے دل نواز، جانفزا اور رُوح پرور ماحول میں بھلا ہونٹ مالکِ حقیقی کی ستائش میں کیوں جنبش نہ کرتے، زبانیں ذکرِ الٰہی سے تر کیوں نہ ہوتیں اور رُوحیں سراپا دعا اور التجا بن کر آستانہ الوہیت پر ہر آن سجدہ ریز کیوں نہ رہتیں۔ اوّل سے آخر تک اجتماع پر یہی کیفیت طاری رہی اور اِس کثرت سے دُعاؤں اور ذکرِ الٰہی کا شغل رہا کہ فضا تین دن تک تحمید و تمجید کے کیف آور نغموں سے گونجتی رہی۔

مزید برآں دعاؤں، ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے رُوح پرور ماحول کی اِس کیفیت کو بڑھانے اور اُسے فزوں سے فزوں تر بنانے میں اِس امر کا بھی دخل تھا کہ امسال دوپہر اور شام کے کھانوں کے وقفوں کے دَوران بھی دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کا سلسلہ برابر جاری رہا اور اِس طرح اِس تسلسل میں اُس عارضی تعطّل کی نوبت بھی نہیں آئی جو کھانے وغیرہ کے لئے کچھ وقت نکالنے کی وجہ سے ناگزیر ہوا کرتا ہے۔ یہ اس طرح ممکن ہوا کہ دوپہر کے اجلاس اور اسی طرح شام کو تفریحی کھیلوں کے بعد جبکہ انصار بالعموم کھانا کھانے میں مصروف ہوتے ہیں اور مقامِ اجتماع خالی ہو جایا کرتا ہے اِس مرتبہ یہ انتظام کیا گیا تھا کہ لوگ کھانے کے لئے یکدم منتشر ہونے کی بجائے مختلف گروپوں میں باری باری جاکر

کھانا کھاتے رہیں اور ساتھ کے ساتھ مقام اجتماع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ریکارڈ کی ہوئی بعض تقاریر اور خطبات سُنانے کا پروگرام جاری رہے۔ چنانچہ مؤرخہ ۲۸؍ اکتوبر کو دوپہر کے اجلاس کے بعد کھانے اور نمازوں کے درمیانی وقفہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍ دسمبر ۱۹۵۴ء کا ریکارڈ سُنایا گیا اور پھر اسی روز اوّل شب کھانے اور نمازوں کے وقفہ کے دوران حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا رُوح پرور افتتاحی خطاب اور محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا پُر معارف درسِ قرآن مجید جن ہر دو کو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ کر لیا گیا تھا احباب کو دوبارہ سُنائے گئے۔ احباب نے یہ ریکارڈ شدہ خطبات، تقاریر اور درسِ قرآن مجید خاص اشتیاق کے عالم میں سُنے اور وہ اُن سے روحانی طور پر حد درجہ محظوظ ہوئے۔ بالخصوص حضور ایدہ اللہ کا خطبہ جمعہ تو انہوں نے اِس حال میں سُنا کہ اُن پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی۔ اس طرح کھانا کھلانے کے انتظام میں بھی قدرے سہولت رہی کیونکہ احباب بالعموم باری باری کھانا کھانے جاتے تھے اور باقی احباب اِس روحانی مائدہ سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے تھے۔

پھر اجتماع کے دَوران جذبۂ عشق و محبت کی فراوانی کا ایک رُوح پرور منظر اُس وقت دیکھنے میں آیا جب ۲۹؍ اکتوبر کو اجتماع کے آخری اجلاس میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اِس امر کا اعلان فرمایا کہ حضور کی چانک طبیعت زیادہ ناساز ہو جانے کے باعث ڈاکٹری مشورہ کے مطابق اجتماع میں تشریف نہیں لا سکیں گے تاہم حضور نے احباب کے جذبۂ اشتیاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اجتماع کے نمائندہ وفد سے ملاقات کرنی منظور فرمائی ہے۔ حضور کے تشریف نہ لاسکنے کی اطلاع پر احباب پہلے تو بہت مایوس ہوئے پھر ساتھ ہی ہر ایک کے دل میں یہ شدید تڑپ پیدا ہوئی کہ اسے کاش اسے بھی نمائندہ وفد میں شامل کر لیا جائے تاکہ وہ اجتماع کے نمائندے کی حیثیت سے حضور کی زیارت اور ملاقات کے مخصوص شرف سے مشرف ہو سکے۔ چنانچہ جب محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے نمائندہ وفد کی تشکیل کے بارہ میں احباب سے مشورہ طلب کیا تو ایک عجب ایمان افروز اور رُوح پرور منظر دیکھنے میں آیا۔ ہر شخص اُس وقت مجسّم صورتِ سوال بنا ہوا تھا اور گویا پوچھ رہا تھا کہ کیا اِس نمائندہ وفد میں شمولیت کا شرف اُس کے حصّہ میں بھی آ سکتا ہے؟ ہر چہرے پر جذباتِ شوق کا ہجوم ایک عجیب کیفیت پیدا کر رہا تھا اور دُنیا پر یہ حقیقت آشکارا کر رہا تھا کہ عشق و محبت کی دُنیا نرالی ہے، عشق پابندِ آداب نہیں ہوتا۔ بسا اوقات یہ جرأتِ رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے آداب کی حدود بھی پھاند جاتا ہے۔ یہاں امرائے ضلع اپنے اپنے علاقہ کی نمائندگی کے لئے احباب کے نام پیش کر رہے تھے وہاں شمعِ محمود کے بہت سے پروانے دیوانہ وار آگے بڑھ کر اپنا اپنا استحقاق پیش کرنے میں مصروف تھے اور چاہتے تھے کہ خواہ اُن کے امراء اُن کا نام پیش کریں یا نہ کریں انہیں بہرحال شامل کر لیا جائے۔ احبابِ جماعت کے جذبۂ شوق اور

عشق و محبت کی فراوانی کا یہ عالم دیکھ کر آخر محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے فرمایا "کہ حضور کی علالت کے پیشِ نظر احباب ایثار سے کام لیں جہاں وہ دین کی خاطر اپنے اموال اور اوقات قربان کرتے ہیں وہاں آج جذبات کی قربانی کا بھی مظاہرہ کریں۔ میں مجلس مرکزیہ کا صدر ہونے کی حیثیت سے انصار کے نمائندہ وفد میں شمولیت کا حق رکھتا ہوں لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں خود اس وفد میں شامل نہیں ہوں گا بلکہ وفد محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع لائلپور کی قیادت میں حضور کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کرے گا۔" صدر محترم کا یہ نمونۂ عشق کو پابندِ آداب بنانے میں کامیاب رہا اور اس طرح امراء اضلاع کے مشورہ سے ۳۰-انصار پر مشتمل نمائندہ وفد کی تشکیل عمل میں آئی جو اسی وقت قصرِ خلافت میں حاضر ہو کر حضور ایدہ اللہ کی ملاقات کے خصوصی شرف سے مشرف ہوا۔

یوں تو اجتماع کا ہر اجلاس ہی روحانی کیف و سرور اور علوم و معارف کا ایک خزینہ تھا لیکن اِن اجلاسوں میں مقدس ترین لمحات وہ تھے کہ جب ۲۷ر اکتوبر کو ساڑھے تین بجے سہ پہر قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے اجتماع کا افتتاح فرماتے ہوئے انصار کو ایک روح پرور اور بصیرت افروز خطاب سے نوازا اور پھر جب اس کے معاً بعد محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے قرآن مجید کا درس دیتے ہوئے بعض آیات کی نہایت لطیف تفسیر بیان فرمائی اور اسی طرح جب ۲۹ر اکتوبر کو آخری اجلاس میں محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی زیرِ ہدایت ایک نہایت برجستہ، ٹھوس اور ولولہ انگیز تقریر کے بعد تحریکِ جدید کے نئے سال کا اعلان فرمایا۔ یہ تینوں مواقع بے پناہ کیف و سرور اور تزکیۂ نفوس و تطہیرِ قلوب کی غیر معمولی قوت سے معمور تھے۔ ان میں سے ہر موقع پر یہی محسوس ہوتا تھا کہ ایک آسمانی قرنا ہے جو پھونکی جا رہی ہے اور جس کی دلکش آواز سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور ایک دُنیا مٹھی اس کے سرمدی نغموں پہ اپنے سر دُھن رہی ہے۔ ان تینوں مواقع پر "سبحان اللہ" اور "الحمد للہ" کی آوازیں بے ساختہ اور بار بار بلند ہوتی رہیں۔ سامعین کی اُس وقت جو کیفیت تھی اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا اُس لمحہ آسمان سے فرشتوں کا نزول ہو رہا ہے جو دلوں کو مسخر کر کے انہیں آنے والی ایک عظیم جدوجہد کے لئے تیار کر رہے ہیں اور انہیں وہ عزم، وہ ہمت اور وہ حوصلہ عطا کر رہے ہیں کہ جس کی مدد سے دنیا میں ایک روحانی انقلاب برپا ہو سکے اور بالآخر دنیا کی اس حد تک کایا پلٹ جائے کہ ہر طرف اسلام ہی اسلام ہو۔ ایک ہی مذہب ہو جس کے نام لیواؤں سے یہ دنیا آباد نظر آئے، ایک ہی رسول ہو یعنی محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک ہی کتاب ہو یعنی قرآنِ مجید کی بے مثال ولازوال شریعت۔ الغرض یہ وہ مواقع تھے ——— مبارک و مقدس مواقع ——— کہ اگر ان کے حصول کی خاطر انسان کو سب کچھ بھی لٹانا اور قربان کرنا پڑے تو کم ہے لیکن ایسے مواقع کسی قربانی یا ذاتی محنت اور کوشش کے نتیجے میں نہیں ملتے بلکہ محض خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی خاص تائید

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہماری جماعت کو اپنے عمل سے دکھانا چاہیئے کہ فی الحقیقت شیطان مر گیا

شیطان قال سے نہیں مر سکتا بلکہ حال سے مرتا ہے

عقائد کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کا مقابلہ دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا لیکن ضروری ہے کہ ہمارے اعمال بھی ایسے ہوں کہ دنیا میں ہمارا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درج ذیل ملفوظات میں اِس امر پر بہی زور دیا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔ "اور ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ عیسٰی علیہ السلام کی وفات کی بجائے اب شیطان کی وفات پر توجہ کرے۔" گویا حضورؑ ہمیں اعمال کے لحاظ سے بھی ایسا غالب دیکھنا چاہتے ہیں جیسے ہم عقائد کے لحاظ سے غالب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؑ کے ارشاد کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین ؎

"اصل میں ہمارا وجود دو باتوں کے لئے ہے۔ ایک تو ایک نبی کو مارنے کے لئے دوسرا شیطان کو مارنے کے لئے۔ اب روحانی جنگ کا ہونا ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ دیکھو جنگ واقع ہوگی تبھی تو غالب مغلوب ہوں گے۔ عیسٰی علیہ السلام تو مر چکے۔ اب شیطان کا مرنا باقی ہے معلوم نہیں ابھی تک شیطان ہماری جماعت سے پورے طور سے ہٹا یا نہیں۔ بعض آتے ہیں بیعت ہو کر واپس جاتے ہیں تو کسی مولوی کے کہنے میں آکر یا بعض دنیاوی اثرات سے متاثر ہو کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ اب اگر ان میں شیطان کا حصہ نہ ہو تو سنور کر کیوں بگڑیں۔ حالانکہ ہمارا دعوٰے یونہی نہیں بلکہ نشانات کے ساتھ ہے۔

ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ عیسٰی علیہ السلام کی وفات کی بجائے اب شیطان کی وفات پر توجہ کرے مگر یہ ایسا مسئلہ نہیں جو زبانی مان لینے کا ہو۔ بلکہ عملی طور پر دکھانا چاہیئے کہ مر گیا۔ شیطان قال سے نہیں مر سکتا بلکہ حال سے مرتا ہے۔ وہ بے شک مرنے والا ہے کیونکہ تمام انبیاء کا یہی وعدہ ہے کہ

آخری زمانہ میں ہلاک ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہوچکا ہے مگر آجکل کا شیطان ایسا نہیں کہ مسلمان ہوجائے۔ پس اس کی سر سے بیخ کنی کرنی چاہیئے۔ لاحول ولا قوۃ سے شیطان بھاگتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں جو لوگ سمجھتے ہیں۔ شیطان ایسا سادہ نہیں کہ محض لفظوں سے بھاگ جائے۔ تم سو مرتبہ لاحول کہو اپنی شیطنت سے باز نہیں آئے گا۔ ہاں اگر وجود کے ساتھ یعنی ذرہ ذرہ میں لاحول رچ جائے اور ہر حال میں خدا پر توکل رکھا جائے اور اسی کا سہارا پکڑا جائے اور خدا کا فیض چاہا جائے تو پھر شیطان کا کچھ خوف نہیں۔ ایسے لوگ شیطان سے بچائے جائیں گے۔ یہی ہیں جن کو فلاح نصیب ہوتی ہے۔

اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں اپنی صفات بتا کر سب سے پہلے دعا کی طرف توجہ دلائی ہے۔ گویا اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان ہر حالت میں دعا کا محتاج اور ایسا کمزور ہے کہ بجز خدا کے فضل کے ایک قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ تم اپنے تئیں پاک مت ٹھہراؤ کیونکہ کوئی پاک نہیں جب تک خدا پاک نہ کرے اور ایک حدیث میں ہے تم سب اندھے ہو مگر جسے خدا دکھائے۔ تم سب گمراہ ہو مگر جسے خدا ہدایت دے۔ تم سب مردے ہو مگر جسے خدا زندہ کرے۔ انسان کے لئے طرح طرح کے اغلال ہیں۔ دنیا کی محبت بھی ایک طوق ہے۔ خدا کا فیض دعا سے شروع ہوتا ہے۔ ہر ایک کو چاہیئے کہ دعا میں لگا رہے۔ مگر دعا چند الفاظ زبان سے رٹ لینے اور یوں بک بک کرنے کا نام نہیں بلکہ دعا تو مر رہنے کا مرادف ہے۔ ایک ہندی مثل ہے: "جو منگے سو مر رہے جو مرے سو منگن جا۔" دعا میں قوت مقناطیسی ہوتی ہے جو خدا کے فضل کو انسان کی طرف جذب کر لاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا اُدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ بھلا یہ بھی کوئی دعا ہے کہ زبان سے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھ رہے ہیں اور دل میں ہے کہ جلدی چل کر دکان کھولیں یا کاشتکاری کا کام کریں۔ یہ دعا نہیں بلکہ اپنی عمر کو ضائع کرنا ہے جب تک انسان خدا کو مقدم نہیں کرتا، پورے طور سے دعا میں محو نہیں ہو جاتا دعا کچھ فائدہ نہیں دیتی۔"

(اخبار بدر نمبر ا جلد ۷)

دینی خدمت

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہے۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۲۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بلند و بالا شان

وَإِنِّي أَرَى الصِّدِّيقَ كَالشَّمْسِ فِي الضُّحَى — مَآثِرُهُ مَقْبُولَةٌ عِنْدَ هُوْجَرِ

میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دن کے وقت چمکتے ہوئے سورج کی طرح پاتا ہوں۔ آپ کے اخلاق اور کام دوپہروں کی طرح مقبول ہیں۔

وَكَانَ لِذَاتِ الْمُصْطَفَى مِثْلَ ظِلِّهِ — وَمَهْمَا أَشَارَ الْمُصْطَفَى قَامَ كَالْجَرِي

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت آپ کے سایہ کی طرح رہتے تھے۔ آنحضرتؐ نے جب کسی کام کے لئے کہا آپ اسکو انجام دینے کیلئے بہادروں کی طرح کھڑے ہو گئے

وَأَعْطَى لِنَصْرِ الدِّينِ أَمْوَالَ بَيْتِهِ — جَمِيعًا سِوَى الشَّيْءِ الْحَقِيرِ الْمُحَقَّرِ

آپنے دین کی نصرت کے لئے اپنے گھر کا سارا مال پیش کر دیا۔ کوئی حقیر۔ ناچیز شے گھر میں رہ گئی ہو تو خیر۔

وَلَمَّا دَعَاهُ نَبِيُّنَا لِرِفَاقَةٍ — عَلَى الْمَوْتِ أَقْبَلَ شَائِقًا غَيْرَ مُدْبِرِ

جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہجرت کے وقت جب موت کا خطرہ تھا رفاقت کیلئے بلایا تو آپنے شوق سے بے دھڑک لبیک کہا اور چلے آئے

وَمَا إِنْ أَرَى وَاللّٰهِ فِي الصَّحْبِ كُلِّهِمْ — كَمِثْلِ أَبِي بَكْرٍ بِقَلْبٍ مُّعَطَّرِ

میرے اعتقاد میں تو خدا کی قسم! تمام صحابہ کرامؓ میں ابوبکرؓ جیسا معطر دل والا کوئی بھی نہیں ہے۔

تَخَيَّرَهُ الْأَصْحَابُ طَوْعًا لِفَضْلِهِ — وَلِلْبَحْرِ سُلْطَانٌ عَلَى كُلِّ جَعْفَرِ

تمام اصحاب نے بخوشی آپ کو آپ کے فضل کی وجہ سے خلافت کے لئے پسند کیا۔ اور دریا کی تمام کشتیوں پر ایک امیر البحر ہوتا ہے۔

وَكَانَ كَقَلْبِ الْأَنْبِيَاءِ جَنَانُهُ — وَهِمَّتُهُ صَوَّالَةٌ كَالْغَضَنْفَرِ

آپ کا دل تو نبیوں کے دل کا سا تھا۔ اور آپ کی ہمت و جرأت شیر کی طرح حملہ آور ہونے والی تھی۔

أَرَى نُورَ وَجْهِ اللّٰهِ فِي عَادَاتِهِ — وَجَلْوَاتِهِ كَأَنَّهُ قِطَعُ نَيِّرِ

میں تو اُن کی عادات میں خدا کی ذات کا نور پاتا ہوں۔ اسی طرح آفتاب کے ٹکڑے کی سی جھلک آپ کے اندر دیکھتا ہوں۔

(عربی درثمین)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

قرآن مجید کی عظمتِ شان

از نورِ پاک قرآں صبحِ صفا دمیدہ بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

قرآن کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہوگئی۔ اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی۔

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں۔ اور نہ ہی ایسی کشش اور حُسن کسی نے چاند میں دیکھا ہے۔

یوسفؑ بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا ویں یوسفے کہ تن ہا از چاہ بر کشیدہ

یوسفؑ تو ایک کنوئیں کی تہ میں اکیلا گرا تھا۔ مگر اس یوسف نے بہت سے لوگوں کو کنوئیں میں سے نکالا ہے۔

از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد قدِّ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ

حقائق کے منبع سے یہ سینکڑوں باریکیاں اپنے ساتھ لایا ہے۔ نازک ہلال کی کمر ان حقائق کی باریکیوں کو دیکھ کر جھک گئی ہے۔

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

اس کے علوم کی حقیقت تجھے خبر بھی ہے کس شان کی ہے؟ وہ تو ایک آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے۔

آں نیرِ صداقت چوں رُو بعالم آورد ہر بُومِ شب پرستے در کُنجِ خود خزیدہ

یہ سچائی کا سورج جب اِس دُنیا میں ظاہر ہوا تو رات کے پُجاری اُلّو اپنے اپنے کونوں میں جا گھُسے۔

رُوئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا اِلّا کسے کہ باشد بارُویش آرمیدہ

دنیا میں کسی کو یقین کا مُنہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ مگر اسی شخص کو جو اُس کے مُنہ سے محبت رکھتا ہے۔

آنکس کہ عالمش شد شُد مخزنِ معارف واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ

جو اس کا عالم ہوگیا وہ خود معرفت کا خزانہ بن گیا۔ اور جس نے اس عالم کو نہیں دیکھا اُسے دُنیا کی کچھ خبر ہی نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ صـ۲۷۴)

"چند خوابیں"

(رقم فرمودہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی)

گزشتہ دنوں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی بنت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبکہ آپ لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی غرض سے ربوہ تشریف لائی ہوئی تھیں اپنی بعض ایسی خوابیں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو سنائی تھیں جن کا تعلق ساری جماعت سے ہے۔ بعد میں محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے اس عاجز سے بھی ان خوابوں کا ذکر فرمایا چنانچہ خاکسار نے محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کی زیر ہدایت حضرت ممدوحہ کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا کہ آپ ازراہِ نوازش اپنے وہ "رؤیا و کشوف" رقم فرما کر ماہنامہ "انصار اللہ" میں انہیں شائع کرنے کی منظوری عطا فرمائیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت ممدوحہ نے وہ درخواست قبول فرمائی اور ازراہِ شفقت وہ خوابیں رقم فرمائیں۔ فجزاھا اللہ احسن الجزاء۔

احبابِ جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ممدوحہ مدظلہا العالی کو اپنے فضل سے صحت و عافیت کے ساتھ عمرِ دراز عطا فرمائے تاکہ آپ کا بابرکت سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رہے اور ہم اُن فیوض و برکات سے جو آپ کے مقدس و مطہر وجود کے ساتھ وابستہ ہیں متمتع ہوتے رہیں۔ آمین اللّٰھم آمین۔ (ایڈیٹر)

۵، ڈیوس روڈ۔ لاہور
۱۳ر نومبر ۱۹۶۱ء

برادرم مکرم سلمک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم

"رؤیا و کشوف" بہت بڑی بات ہے۔ خواہ مخواہ اپنی خوابوں کو اہمیت دے کر تشہیر کرنا میں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ تذکرۃً عزیزی ناصر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے چند خوابیں بیان کی تھیں۔ وہ لکھوانے پر تُل گئے۔

مَیں نے کہا تھا کہ مجھے دو چار خواب سوال و جواب کی صورت میں آئے تھے اس وقت جو یاد آئے لکھ رہی ہوں کبھی اپنے خواب لکھے تک نہیں اب تک۔ اور اب تو خواب آتے بھی کم ہیں۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد کوئی تیسری شب ہو گی مَیں نے دیکھا کہ آپ صحن میں تخت پر (لکڑی کی بڑی چوکی جو بچھی ہوتی تھی وہاں) کھڑے ہیں۔ چہرۂ مبارک بہت پُر نور اور سُرخ ہے۔ مگر تخت لرز رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں بڑے جوش سے کہ میری جماعت سے کہدو کہ "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ بہت پڑھا کریں۔ مَیں نے یہ خواب صبح حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کو سُنایا۔ آپ نے بے حد متاثر ہو کر فرمایا مَیں تو آج سے خاص طور پر یہ دُعا زیادہ کیا کروں گا۔

(۲) غالباً ۱۲ئہ یا ۱۳ئہ میں خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا کہ صحن میں کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ ایک شخص سامنے آکر سوال کرتا ہے کہ "حضور! لڑکیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟" آپ بڑے جوش سے فرماتے ہیں کہ "جب تک تم اپنی بیٹیاں بنیادوں میں نہیں دو گے احمدیت کی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی"!

اب اِس کی تفصیلی اہمیت آپ لوگ خود سوچ لیں!

(۳) دیکھا کہ آپ فرش پر گاؤ تکیہ سے پشت لگائے تشریف فرما ہیں۔ میر عنایت علی صاحب لدھیانوی رضؓ صحابی جن کی بیعت کا نمبر ۹ تھا آئے ہیں اور سامنے دو زانو ہو کر سوال کرتے ہیں کہ حضور تبرکات کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا مثلاً جس کے پاس میرے قلمدان کا ٹکڑا بھی ہو گا خدا اس کے قلم میں برکت دے گا۔ مَیں پاس ہی بیٹھی تھی۔ مَیں نے کہا مجھے بھی دیں۔ آپ کے دائیں ہاتھ پر قلمدان لکڑی کا پڑا ہے۔ آپ نے ہاتھ سے اس کے ٹکڑے اٹھا کر مجھے دیئے جو نہایت سفید تازہ کچے ناریل کے ٹکڑوں جیسے تھے، بالکل دودھ کی سی رنگت۔ قلمدان توڑا نہیں ویسے ہی اپنے ہاتھ سے اٹھا کر دے دیئے اور قلمدان ویسے ہی رکھا نظر آ رہا تھا۔

(۴) قریباً اسی زمانہ کا خواب ہے کہ آپ کو "حُجرہ" (وہ کمرہ جس میں آخری سالوں میں دن میں اکثر آپ کا قیام زیادہ تر رہتا تھا) کے دروازہ میں کھڑا دیکھا۔ مَیں بھی ساتھ ہوں۔ ایک شخص باہر کی طرف سے دائیں جانب آکر کھڑا ہو گیا اور سوال کیا کہ حضور بروزی اور ظلّی نبی سے مراد کیا ہے؟ آپ نے انگشتِ شہادت سے زمین کی جانب اشارہ کیا کہ "یہ

دیکھو"۔ اب میں نے بھی دیکھا کہ بجائے سامنے کھپریل کے فرش کے ایک نہایت شفاف پانی سے لبریز پختہ تالاب ہے جس میں پورا چاند پوری چمک دمک کے ساتھ نظر آرہا ہے اور اُوپر آسمان پر چاند چمک رہا ہے۔ عین تالاب کے اُوپر جس کا یہ عکس ہے۔ آپ نے اشارہ کرنے کے بعد فرمایا کہ "بس یہ وہی چیز ہے"۔

(۵) ایک خواب میں دیکھا کہ ایک کمرے میں غالباً حجرہ ہی ہے جھاڑو رکھی ہے کونے میں۔ اور ایک شخص کہتا ہے کہ جماعت میں اتحاد ہو تو کافی ہے گویا مطلب ہے کہ خلافت کی ضرورت نہیں۔ اُس وقت کمرہ کے ایک جانب سے آواز آئی کہ یہ بندھی ہوئی جھاڑو بھی کام نہیں دے سکتی اگر ایک ہاتھ اس کو چلانے والا نہ ہو۔ اُس وقت میں نے آپ کا چہرہ صاف نہیں دیکھا مگر محسوس یہی کیا اور دل پر اثر ہے کہ آپ کی آواز ہے۔

(۶) غالباً ۲۷ء، ۲۸ء کا خواب ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صحن میں تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے اپنے قریب بلایا (اُس وقت آپ کا چہرہ بہت سنجیدہ اور متفکر نظر آتا ہے) اور فرمایا کہ آگ چاروں طرف سے آرہی ہے تم اپنی امّاں کو لے کر قادیان سے چلی جاؤ۔ میں آپ کے حکم کو سُن کر حضرت امّاں جانؓ کو لے کر سیڑھیاں اُتر کر چل پڑی ہوں، نہ معلوم کدھر کو۔ پھر ایک زمانہ خدا جانے کتنا گزرا جو بالکل ذہن سے مٹ گیا مگر دیکھا کہ میں حضرت امّاں جانؓ کو اُسی طرح سہارا دیئے واپس لا رہی ہوں اور تمام خاندان آرہا ہے۔ گلی گزر کر گھر میں داخل ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شہ نشین کے قریب دیکھ رہے ہیں اور کچھ سپاہی جن کی وردی میں سُرخ رنگ غالب ہے ہمارا سامان کمروں میں لگا رہے ہیں اور میں کہتی ہوں حضرت مسیح موعودؑ کے سپاہیوں نے سامان اس طرح لگا دیا کہ معلوم ہوتا ہے گویا ہم کبھی قادیان سے گئے ہی نہ تھے۔

یہ بھی دیکھا کہ جب گئے تھے تو ٹرنک زیادہ تھے واپس آئے تو سامان میں سُوٹ کیس[1] زیادہ ہیں۔

خدا حافظ۔ (مبارکہ)

---

[1] اور واقعی حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی کے سفرِ ولایت کے بعد سے سُوٹ کیس زیادہ ہو گئے۔ خدا وہ دن بھی ایسا لے آئے کہ "گویا ہم کبھی قادیان سے گئے ہی نہ تھے"۔

صدر انصار اللہ کا تقرّر

برائے سنہ ۱۹۶۲-۶۴ء

تمام مجالس انصار اللہ کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے شوریٰ انصار اللہ سنہ ۱۹۶۱ء کی درخواست پر آئندہ تین سال یعنی یکم جنوری سنہ ۱۹۶۲ء سے ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۶۴ء تک کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے (آکسن) کا تقرر بطور صدر مجلس انصار اللہ منظور فرمایا ہے۔

فیصلہ جات شوریٰ انصار اللہ سنہ ۶۱ء کی منظوری

جملہ مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے شوریٰ انصار اللہ منعقدہ سنہ ۱۹۶۱ء کی پاس کردہ جملہ تجاویز اور آئندہ سال کے لئے بجٹ کی منظوری عطا فرمادی ہے۔

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

"انصار اللہ" کی وسیع اور ہمہ گیر اصطلاح

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدّ ظلّہ العالی)

مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کو حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحب مدظلّہ العالی نے انصار اللہ کے ساتویں سالانہ اجتماع کا افتتاح فرماتے ہوئے جو رُوح پرور اور بصیرت افروز خطاب فرمایا تھا وہ جملہ انصار کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ماہنامہ "انصار اللہ" خطاب کی شکل میں حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی کے رقم فرمودہ اس نہایت بیش قیمت مقالہ کا مکمل متن ذیل میں شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہے۔ جملہ انصار کو چاہیئے کہ وہ اِس کا بغور اور بار بار مطالعہ کریں اور اس میں بیان فرمودہ نصائح اور ہدایات پر پورے تعہد اور عزم کے ساتھ عمل پیرا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(ادارہ)

برادران کرام!!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ مَیں انصار اللہ کے اجتماع کا افتتاح کروں۔ کسی دینی اور علمی اور تربیتی اجتماع میں شرکت کرنا تو بہر حال بڑی خوشی اور برکت کا موجب ہے اور مَیں اپنے لئے اِسے اُخروی سعادت کا باعث سمجھتا ہوں لیکن مَیں چند دن سے بلڈ پریشر کی تکلیف میں مبتلا ہوں اور طبیعت میں یکسوئی نہیں پاتا۔ علاوہ ازیں مجھے انصار اللہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ہمیشہ ہی بہت حجاب رہتا ہے۔ **ایک** تو اسلئے کہ مَیں خود بھی انصار اللہ میں شامل ہوں اور اِس ذمہ داری کے لحاظ سے اپنی کمزوریوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور **دوسرے** اس لئے کہ انصار اللہ کا لفظ ایسے بلند و بالا مفہوم کا حامل ہے کہ ان کی حقیقی ذمہ داریوں کو شمار کرنا اور انہیں نیکی کی طرف بُلانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خدام الاحمدیہ کے فرائض تو وقتاً فوقتاً خلیفۂ وقت کی طرف سے معیّن کئے جاتے ہیں اور خدام الاحمدیہ کا نام بھی ان کے فرائض کی تعیین کرنے کے لئے کافی ہے۔ مگر انصار اللہ کی اصطلاح اتنی وسیع اور اتنی ہمہ گیر ہے کہ اس کی تشریح کرنا ایک بہت مشکل امر ہے۔ انصار اللہ کے معنے ہیں "خدا کے مددگار"

اور چونکہ خدا ایک غیر محدود ہستی ہے اور اُس کی صفات بھی غیر محدود ہیں اور اُس کا کام بھی غیر محدود ہے اس لئے انصار اللہ کے کام کا دائرہ بھی حقیقتاً غیر محدود ہے ۔حق یہ ہے کہ جو جو کام خدا دُنیا میں اپنے رسولوں کے ذریعہ لینا چاہتا ہے وہ سب انصار اللہ کے دائرۂ عمل میں آتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی ایسی صفات ہیں جن کا اِس دُنیا کے نظام کے ساتھ تعلق ہے اُن سب میں انصار اللہ کو خدا کا مظہر بننا چاہیئے ۔اس کے بغیر کوئی شخص کامل طور پر انصار اللہ نہیں کہلا سکتا۔

مگر مَیں اِس جگہ مخصوص طور پر اُس مقصد کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں جس کے لئے ہمارے آقا و سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث کئے گئے کیونکہ یہی انصار اللہ کا حقیقی کام ہے کہ وہ اپنے آپ کو اُس بلند و بالا مقصد کا اہل بنائیں جو اِن مقدس ہستیوں کی بعثت میں مرکوز ہے۔ اور نہ صرف اپنے آپ کو اِس کا اہل بنائیں بلکہ حکیمانہ تبلیغ و تلقین اور عمدہ تربیت کے ذریعہ دوسروں کے اندر بھی اِس مقصد کی اہلیت پیدا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

يعلّمهم الكتٰب والحكمة ويزكّيهم

"یعنی ہمارا یہ رسول لوگوں کو خدائی احکام و فرائض کی تعلیم دیتا ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ اُن کو اِن احکام کی حکمت اور ان کا فلسفہ بھی سکھاتا ہے اور اُن کے اندر طہارت اور پاکیزگی اور تقویٰ پیدا کرتا ہے اور ان کی ترقی کے سامان مہیا فرماتا ہے۔"

یہ وہ عظیم الشان مقصد ہے جس کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے اور کوئی شخص صحیح معنوں میں انصار اللہ نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اس مقصد کو حاصل نہ کرے ۔ وہ دین کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے ۔ وہ دینی احکام کی حکمت اور فلسفہ کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ وہ اپنے نفس کو ہر قسم کی اخلاقی اور روحانی کمزوریوں سے پاک کرے اور یہی پاکیزگی دوسروں میں بھی پیدا کرے ۔ اور بالآخر وہ ترقی کے اُن تمام سامانوں کو مہیا کرے جو گری ہوئی قوموں کو اُوپر اُٹھانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ تزکیہ کے معنے صرف پاک کرنے کے ہی نہیں ہیں بلکہ ترقی دینے اور اُوپر اُٹھانے کے بھی ہیں ۔ اسلئے **يزكّيهم** کے لفظ میں یہ دونوں مفہوم شامل ہیں۔ یعنی پاک کرنا اور اُوپر اُٹھانا ۔ اِس طرح یہ کُل چار مقصد بنتے ہیں اور یہ سارے مقصد انصار اللہ کے مدنظر رہنے چاہئیں۔

یہ کام اتنا وسیع ہے کہ اگر انصار اللہ کے ہر فرد کی ساری عمر اور ساری توجہ صرف اِسی مقصد کے حصول میں خرچ ہو جائے تو پھر بھی کم ہے۔ مگر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارے کام سر انجام دیئے۔ آپ نے ایک اُمّی قوم کو خدائی احکام کا سبق دیا۔ آپ نے ان کو ان احکام کی حکمت اور فلسفہ سے بصورت احسن آگاہ کیا۔ آپ نے اُنکے

اندر وہ پاکیزگی اور وہ طہارت پیدا کر دی جو دُنیا کی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ آپ نے عربوں کی گری ہوئی اور پستی میں پڑی ہوئی قوم کو اِس طرح اُوپر اُٹھایا اور اُن کے لئے ترقی کے ایسے سامان مہیا کئے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری معلوم دُنیا پر چھا گئی۔ اور ایک اُمّی قوم ہوتے ہوئے دُنیا کی ایسی اُستاد بن گئی کہ آج یورپ کے ترقی یافتہ ممالک اِس بات کو برملا تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری ابتدائی بیداری کا باعث وہ علوم ہوئے ہیں جو ہمیں مسلمانوں کے ذریعہ حاصل ہوئے۔

پس اپنے اِس افتتاحیہ خطاب میں تفصیلات میں جانے سے پہلے انصار اللہ کی خدمت میں میری پہلی نصیحت یہی ہے کہ وہ انصار اللہ کے لفظ پر غور کریں اور پھر غور کریں اور پھر غور کریں۔ اور اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ وہ خدا کے کاموں میں خدا کا مددگار بننے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور خدائی کاموں میں سب سے مقدم کام وہ ہے جو مذکورہ بالا آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا۔ یعنی اوّل کتاب اللہ کی تعلیم۔ اور دوم احکامِ الٰہی کی حکمت اور فلسفہ۔ اور سوم نفوس کی پاکیزگی اور طہارت۔ اور چہارم قومی ترقی کے سامانوں کا مہیّا کرنا۔ اور ان پر خود چلنا اور دوسروں کو چلانا۔ اگر انصار اللہ بظاہر صرف اِسی چھوٹی سی نصیحت پر ہی کاربند ہو جائیں تو اِس نصیحت کے بعد اُنہیں درحقیقت کسی اور نصیحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ اِن چار باتوں پر عمل کرنے سے سچ مچ انصار اللہ یعنی "خدا کے مددگار" اور خدا کے دست و بازو اور دُنیا کی قوم نمبر ایک بلکہ خیر الاُمّت بن سکتے ہیں۔

پھر ہمارے سلسلہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے کہ:-

یُحیِ الدّین ویُقیم الشّریعۃ

"یعنی ہمارا یہ مامور و مرسل دین کو زندہ کرے گا اور شریعت کو قائم کرے گا۔"

اِس عجیب و غریب خدائی الہام میں یہ اشارہ ہے کہ مسیح موعود کی بعثت ایسے وقت میں ہوگی کہ جب دین بظاہر مُردہ ہو چکا ہوگا اور غیر قوموں پر اُس کا رعب بالکل مٹ چکا ہوگا اور خود مسلمانوں میں بھی شریعت پر عمل کرنا عملاً ختم ہو چکا ہوگا۔ گویا نہ تو بیرونی قوموں کے مقابلہ پر اسلام کی کوئی حیثیت باقی رہ جائے گی اور نہ خود مسلمان ہی اسلام پر قائم رہیں گے۔ اور اِس دوہری خارجی اور اندرونی مصیبت کی وجہ سے مسلمانوں پر ایک بھاری ابتلاء آئے گا۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ ہمارا یہ مسیح جب دُنیا میں آئے گا تو اُس کے ذریعہ آہستہ آہستہ پھر مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوگی اور اسلام ایسی ترقی کرنی شروع کرے گا کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت کو پھر دوبارہ حاصل کرے گا اور مسلمانوں کی اندرونی حالت بھی سُدھر جائے گی۔

سو انصار اللہ کے قیام کا دوسرا مقصد یہ ہونا چاہیئے (اور درحقیقت یہ بھی پہلے مقصد ہی کی شاخ ہے)

کہ وہ **تبلیغ** کے ذریعہ اسلام کی شان وشوکت کو بڑھائیں اور **تربیت** کے ذریعہ مسلمانوں کو پھر اس اعلیٰ مقام پر قائم کردیں جس پر وہ قرونِ اولیٰ میں قائم ہوتے تھے۔ اس کے بغیر وہ کبھی بھی حقیقی معنوں میں **انصار اللہ** نہیں سمجھے جا سکتے۔

انصار اللہ کے نام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ بھی ایک خاص تعلق ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ حضرت مسیح موعود حضرت مسیح ناصری کے مثیل ہیں اور اُسی رنگ میں جمالی طریق پر اسلام کی خدمت کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں اسلئے مسیح ناصری کے حواریوں کی طرح آپ کی جماعت کو **انصار اللہ** کے لفظ سے مخصوص نسبت ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدائی کام میں اپنی مدد کے لئے لوگوں کو بُلایا تو اُس وقت آپ نے یہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ **مَن انصاری الی اللہ** یعنی "خدا کے کام میں **میرا مددگار کون بنتا ہے**؟" جس پر حواریوں نے جواب دیا تھا کہ **نحنُ انصار اللہ**! یعنی "ہم انصار اللہ ہیں"۔ چونکہ آپ لوگ بھی ایک طرح سے مسیح محمدی کے حواریوں کے زمرہ میں داخل ہیں اس لئے آپ کے لئے حواریوں کے جواب کے مطابق **انصار اللہ** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہم سب کی ذمّہ داری بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ خدا کا مددگار بننا کوئی آسان کام نہیں۔

اب مَیں بعض تفصیلی باتوں کی طرف آتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو مَیں اپنے بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے دُوری کی وجہ سے لازماً جماعت میں بعض کمزوریوں کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے اور نسلی احمدی بڑھ رہے ہیں۔ ان کا بڑھنا ہمارے لئے یقیناً بڑی خوشی کا موجب ہے مگر ساتھ ہی ہم پر یہ بھاری ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ ان کی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ اور اس بات کی نگرانی رکھیں کہ وہ بعد میں آنے کے باوجود اسلام اور احمدیت کی رُوح پر قائم رہیں۔ یہ کام سب سے **اوّل** نمبر پر والدین کا ہے کہ وہ بچوں کی صحیح طریق پر تربیت کریں اور ان کے دلوں میں دین کی محبّت پیدا کریں اور اعلیٰ اخلاق سکھائیں۔ **دوسرے** نمبر پر یہ کام احمدیہ درسگاہوں کے اساتذہ کا ہے جو اپنے اپنے مدارس میں بچّوں کے لئے والدین کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ اور **تیسرے** نمبر پر یہ کام مرکزی نگرانی کے ماتحت مقامی عہدیداروں کا ہے کہ وہ اپنے علاقہ کے احمدیوں اور خصوصاً نوجوان احمدیوں پر اس طرح نگاہ رکھیں جس طرح کہ ایک ہوشیار گڈریا اپنی بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اور کوئی فرد اُن کی نظر سے باہر نہ رہے۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ بڑی بھاری ذمہ داری کا کام ہے کیونکہ اسی پر ظاہری اسباب کے لحاظ سے جماعت کی آئندہ ترقی اور اگلی نسلوں کی حفاظت کا دارومدار ہے۔

تمام احمدی بلا استثناء ایسے ہونے چاہئیں کہ جن میں یہ تین باتیں لازماً پائی جائیں۔ **اوّل** نمازوں کی

پابندی اور نمازیں بھی ایسی جو دعاؤں سے معمور ہوں اور صرف کھوکھلی ہڈی کی طرح نہ ہوں جو گودے سے خالی ہوتی ہے۔ دوسرے خلافت اور مرکز سے مخلصانہ وابستگی جو گویا ہمارے لئے وہ زبردست کھونٹا ہے جس کے ساتھ باندھے جانے کے بعد ہم اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بچ سکتے ہیں۔ اور تیسرے جماعتی کاموں میں دلچسپی اور ضروری جماعتی چندوں میں حصّہ لینا۔ جو شخص احمدی کہلاتا ہے اور نمازوں اور دعاؤں میں سست ہے۔ احمدی کہلاتا ہے اور اُسے خلافت اور مرکز کے ساتھ کوئی وابستگی نہیں۔ احمدی کہلاتا ہے اور خدائی سلسلہ کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا اور نہ ان کاموں کو چلانے کے لئے کوئی مالی قربانی کرتا ہے وہ ہرگز ہرگز سچا احمدی نہیں سمجھا جا سکتا۔ میری یہ بات لکھ لو کہ ایسے شخص کا نام آسمان پر کبھی بھی مخلص احمدیوں کی فہرست میں درج نہیں ہوگا۔

پس اے انصار اللہ میری اِس نصیحت کو غور سے سنو اور مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہو کہ اِن تین نیکیوں کے بغیر کوئی سچی احمدیت نہیں۔ یعنی نمازوں کی پابندی، اور خلافت اور مرکز کے ساتھ مخلصانہ وابستگی، اور جماعتی کاموں میں دلچسپی اور ان کو چلانے کے لئے ضروری چندوں میں حصّہ لینا۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اخلاص پر قائم ہوتے ہوئے یہ تین نیکیاں اپنے اندر پیدا کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی بہت سی دوسری کمزوریوں کو معاف فرما دے گا۔

پھر بیرونی جماعتوں کی رپورٹوں سے پتہ لگتا ہے کہ بعض جگہ مقامی جماعتوں میں اتّحاد اور اتّفاق کی کمی ہے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا کر کے انشقاق کا بیج بو دیا جاتا ہے۔ اور لوگ اِس بات کو بھول جاتے ہیں کہ مومنوں کو بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ بن کر رہنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں بڑے غصّہ کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:-

مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

"یعنی جو شخص جماعت سے الگ ہوتا ہے اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنانے کے لئے تیار ہو جائے۔"

خدا رحم کرے ہمارے کتنے بھائیوں نے آجکل چھوٹے چھوٹے اختلافوں کی وجہ سے آگ میں ٹھکانا بنانے کے لئے تیاری کر رکھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے خیال میں تم پر کوئی ظلم کیا جائے اور تمہارے ساتھ بے انصافی کا طریق برتا جائے اور تمہارا حق مارا جائے تو پھر بھی تم جماعت کے اتحاد کو ہرگز نہ توڑو۔ اور یا تو صبر سے کام لو اور یا ذمّہ دار لوگوں کے سامنے اپنا معاملہ پیش کر کے فیصلہ کرا لو۔ اور پھر جو فیصلہ بھی ہو اُسے شرح صدر کے ساتھ قبول کرو۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ وہ

تمام انصار اللہ جو اس وقت ربوہ کے مقدس مقام میں جمع ہیں وہ یہاں سے یہ عہد کر کے اُٹھیں گے کہ آئندہ جماعت میں اتحاد اور اتفاق کے طریق پر قائم رہتے ہوئے تفرقہ کے رستہ سے اس طرح بچیں گے گویا کہ وہ ایک زہریلا سانپ ہے جس کے ڈسے کا کوئی علاج نہیں۔

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ گزشتہ ایام میں شیخوپورہ کے مقام پر جماعت کے عہدیداروں کا ایک تربیتی اجتماع ہوا تھا جو بہت کامیاب رہا۔ یہ ایک نیا خیال تھا۔ اور میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان دوستوں کو جزائے خیر دے جن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ اور دوسرے دوستوں کو بھی توفیق دے کہ وہ گاہے گاہے اپنے علاقہ میں ایسے اجتماع منعقد کر کے جماعت کے عہدیداروں میں کام کی نئی زندگی اور چُستی اور بیداری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مومنوں کا آپس میں مل کر بیٹھنا اور تبادلۂ خیالات کرنا اور جماعتی ترقی کے لئے مفید تجاویز سوچنا بڑا بابرکت کام ہے اور اسے جتنا بھی وسیع کیا جائے کم ہے۔

میں انصار اللہ کی خدمت میں یہ تحریک بھی کرنا چاہتا ہوں کہ اُن میں سے جو دوست علمی مذاق رکھتے ہوں یا علمی مذاق پیدا کر سکیں اُنہیں ضرور اسلام اور احمدیت کی تائید میں تحقیقی اور علمی مضامین لکھ کر جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب کمانا چاہیئے۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے الفضل میں اس کے متعلق ایک مفصل مضمون لکھا تھا اور دوستوں کو تحریک کی تھی کہ وہ اس طرف توجہ دیں جس پر بعض نے تو کسی حد تک توجہ دی ہے مگر اکثر دوستوں نے توجہ نہیں دی۔ ہمارے دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے **سلطان القلم** کے غیر معمولی لقب سے نوازا ہے۔ اس میں یہی اشارہ ہے کہ آپ کے متبعین کو بھی قلمی جہاد کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس شخص کو خدا نے ایمان و اخلاص کے ساتھ تحریر و تقریر میں ملکہ عطا کیا ہو اور اُسے اس میدان میں اپنی برکت سے نوازا ہو وہ اس زمانہ میں خدمتِ دین کے لحاظ سے گویا ایک کامل مجاہد بن جاتا ہے۔ اُس کی زبان میں غیر معمولی تاثیر ہوتی ہے اور اُس کا قلم جادو کا اثر دکھاتا ہے۔ پس اگر آپ لوگ تحریر و تقریر میں ملکہ پیدا کر کے اس میدان میں خدمت کے لئے نکلیں تو آپ کے لئے بہت بڑے ثواب کا موقعہ ہے۔ جس انسان میں یہ جوہر موجود ہے مگر وہ اسے استعمال نہیں کرتا وہ یقیناً بڑے گھاٹے کے سودے میں ہے۔ اس کام کے کرنے کا بہتر طریق یہ ہوگا کہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق مرکزی مجلس انصار اللہ کی طرف سے گاہے گاہے ایسے مضامین کا اعلان کیا جاتا رہے جن پر تحقیقی مقالے لکھنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو اُن کتب وغیرہ کا بھی ذکر کر دیا جائے جن سے متعلقہ مضمون کی تیاری میں مدد مل سکتی ہو۔ اس طرح لکھنے والوں کے دل میں مزید تحریک پیدا ہوگی اور وہ بہتر تیاری کر سکیں گے۔

اس موقعہ پر ایک خاص بات جس کی طرف میں مرکزی مجلس انصار اللہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اُنہیں فی الحال ربوہ اور لاہور اور کراچی میں سالانہ سیمینار یعنی مجالس مذاکرہ جاری کرنے کے انتظام پر غور

کرنا چاہیئے۔ یہ تینوں مقامات ایسے ہیں جہاں ایسی مجالس مذاکرہ کا انتظام بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے اور اِن جگہوں میں انتظام کرنے والے مناسب دوست بھی آسانی سے مل سکتے ہیں۔ فی الحال سال میں ہر جگہ ایک مجلسِ مذاکرہ کا قیام کافی ہوگا جسے بعد میں حسب حالات بڑھایا جا سکتا ہے۔ کوئی قرآنی موضوع یا ارضِ قرآن کا جغرافیہ یا اقوامِ مذکورہ قرآن یا اسلام کی تاریخ یا تعلیم یا اسلامی فقہ و حدیث یا جدید پیدا شدہ تقاضوں سے تعلق رکھنے والا کوئی مضمون منتخب کر کے مقرر کر لیا جائے اور اُس پر علمی مذاق رکھنے والے لوگوں کو دعوت دیکر دوستانہ تبادلۂ خیالات کیا جائے۔ ایک یا دو اصحاب مقالہ پڑھیں اور اس پر دوستانہ رنگ میں گفتگو ہو تاکہ صحیح نتائج پر پہنچنے میں مدد ملے اور معلومات میں اضافے کے ذریعہ دماغوں میں روشنی پیدا ہو۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ایسی مجالسِ مذاکرہ انشاءاللہ کئی لحاظ سے مفید اور بابرکت ثابت ہوں گی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا رستہ کھُلے گا کہ میری جماعت کے لوگ، اِس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ سب دوسری قوموں کا مُنہ بند کر دیں گے۔

ایک اَور بات مَیں اپنے بھائیوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انصار اللہ کو اپنے ممبروں میں بلند کیریکٹر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دینی لحاظ سے وہ اسلام اور احمدیت کا اعلیٰ نمونہ ہوں اور نہ صرف اُن کے اعمال سے اسلام کا نور نظر آئے بلکہ اُن کے ماتھوں پر بھی گویا اسلام کا لفظ لکھا ہوا دکھائی دینا چاہیئے۔ اُن کے ہاتھوں سے تمام دوسرے لوگوں کی عزتیں اور مال محفوظ رہیں۔ اُن کی زبانوں سے محبت اور اخلاص کا شہد ٹپکے اور اُن کے کاروبار میں دیانتداری کا پہلو اتنا نمایاں نظر آئے کہ وہ دیانت و امانت کا مجسمہ سمجھے جائیں۔ اور جب اُن کی طرف کوئی بات منسوب کر کے بیان کی جائے تو دوست و دشمن یقین کر لیں کہ یہ بات بہرحال سچی ہوگی۔ الغرض دیانتداری اور راست گفتاری اور خوش خُلقی ہر احمدی کا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے۔

ایک آخری خُلق جس پر مَیں اِس وقت انصار اللہ کے لئے خاص زور دینا چاہتا ہوں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ :-

مَنْ رَأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ۔

"یعنی جو شخص کسی ناپسندیدہ یا خلافِ اخلاق یا خلافِ شریعت بات کو دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ اُس بات کو اپنے ہاتھ سے بدل دے لیکن اگر ایسا کرنے کی اُسے طاقت نہ ہو تو زبان سے اُس کے متعلق اصلاح کی کوشش کرے۔ اور اگر اُسے یہ طاقت بھی حاصل نہ ہو تو کم از کم اُسے بُرا سمجھ کر اپنے دل میں ہی (دُعا کے ذریعہ) اصلاح کی کوشش کرے۔"

اگر ہمارے تمام انصار بھائی اِس ارشادِ نبوی کو اپنا شعار بنائیں تو اُن کے ماحول میں عظیم الشان تغیر پیدا ہو سکتا ہے اور بدی کبھی جڑ نہیں پکڑ سکتی۔ اور نہ ہی نوجوانوں کے اخلاق تباہ ہو سکتے ہیں۔ بدی کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا اور بے حس و حرکت رہ کر خاموش رہنا قوموں کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔

بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مبارک ارشاد پر اپنے اِس خطاب کو ختم کرتا ہوں۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔ دوست غور سے سُنیں :۔

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اُس کو مت کھاؤ ......جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اُس بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اُس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے .... جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے .... اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ....

یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں

ہے وہ اُس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔"

بس مَیں اِسی مختصر نوٹ پر اپنے اِس خطاب کو ختم کرتا ہوں اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کے اِس اجتماع کو ہر جہت سے مبارک اور مثمر ثمراتِ حسنہ کرے اور مجھے اور آپ کو اسلام اور احمدیت کا سچّا خادم بنائے اور ہمارا انجام خدا کی رضا پر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین ۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ

۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

سالانہ اجتماع کی عظیم الشان برکات

(بقیہ ص)

نصرت کے نتیجہ میں ہی میسّر آتے ہیں۔ اِس میں کیا شک ہے کہ جن انصار و خدام اور اطفال کو یہ مقدّس لمحات میسّر آئے کہ جن میں علوم و معارف کے خزانے لٹائے جا رہے تھے، انوار و برکات کی بارش ہو رہی تھی، حقائق و دقائق کے چشمے اُبل رہے تھے، قلوب و اذہان کا تزکیہ ہو رہا تھا، وہ خوش بخت و خوش نصیب ہیں اس لئے کہ رحمتِ خداوندی نے انہیں اِن مواقع سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

الغرض اجتماع بہت غیر معمولی رنگ میں احباب کو ایک نئی زندگی، نئے جوش، اور نئے عزم سے ہمکنار کرنے کا موجب ہؤا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اِس بلند مقصد میں اِس درجہ کامیاب رہا کہ مؤرخہ ۳۰۔ اکتوبر کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے مکرم قائد صاحب عمومی کے نام اپنے ایک مکتوب میں اجتماع کی کامیابی پر مبارکباد دی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج پیدا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اجتماع کی اِن غیر معمولی برکات سے اِس طور پر متمتع فرمائے کہ اس کی برکات کا سلسلہ چلتا چلا جائے یہاں تک کہ آئندہ سال منعقد ہونیوالے اجتماع کی برکات کے ساتھ جا ملے اور انہیں دوچند کر دے اور اِس طرح غیر معمولی برکات کا یہ سلسلہ سال بہ سال بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا جائے یہاں تک کہ ساری دنیا پر محیط ہو کر اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لا جمع کرے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

"ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقاء ہے"

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

(۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۵۷ء کے جلسہ سالانہ کی افتتاحی تقریر میں فرمایا:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جو آخری جلسہ ہوا اُس میں صرف سات سو اشخاص شریک ہوئے تھے اور اُس وقت جماعت کی مالی حالت کا اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آنے والے احباب کی ایک خاص تعداد کے لئے کھانے کا انتظام بھی درست طور پر نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں سات سو کی یہ تعداد بھی اتنی اہمیت رکھتی تھی کہ آپؑ نے فرمایا کہ

اب تو جماعت نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ہمارے اِس دُنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا ہے۔" (الفضل ۳۱ر دسمبر ۵۷ء)

(۲)

انبیاء اور ماموریں کو دُنیا میں بھیجنے کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ (سورۃ الجمعہ ع ۱)

وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف اُسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا۔ جو اُن کو خدا کے احکام سُناتا ہے، اور اُن کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ماموریں کو بالخصوص تزکیۂ نفس کے لئے دُنیا میں بھیجتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے احکام لوگوں کو سُناتے اُن پر عمل کرنے کی تلقین کرتے اور اس طرح انہیں پاک کرتے ہیں۔

ان کی بعثت سے قبل دنیا فسق و فجور میں مبتلا ہوتی ہے۔ خدا کے ماموریں ربانی باتیں بیان کر کے اُن میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔ وہی لوگ جو اُن کی آمد سے قبل گناہوں میں مستغرق ہوتے ہیں ان کی صحبت سے فیضیاب

ہو کر باخدا انسان بن جاتے ہیں پھر ایک دُنیا اُن کی گرویدہ ہو جاتی ہے اور اُن سے نیک اثر قبول کر لیتی ہے اور انہی خدا کے مقرب انسانوں کے رنگ میں رنگین ہو کر خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ مدارج طے کر لیتی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حضورؐ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تو انہوں نے نہ صرف اپنے نفسوں کو پاک کیا بلکہ تقویٰ کے اعلیٰ مدارج طے کرنے میں اس قدر کوشاں رہے کہ بالآخر انہوں نے خدا کی خاطر اپنے اُوپر فنا وارد کر لی۔ یہاں تک کہ اُن کا وجود ختم ہو گیا اور وہ خدا تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر پیدا کر کے اُسی کے رنگ میں رنگین ہو گئے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضِ صحبت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ فضل اور یہ برکت صحبت میں رہنے سے ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہؓ بیٹھے، آخر نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی۔ گویا صحابہؓ خدا کا روپ ہو گئے۔" (ملفوظات جلد دوم ص۲۷)

اسی لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی طرح درخشاں ہیں۔ جس طرح آسمان کے ستارے رات کی تاریکی میں لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں اسی طرح گمراہی اور ضلالت کی تاریکی میں میرے صحابہ گم گشتہ لوگوں کی راہنمائی کریں گے۔ جس نے ان کی اتباع کی وہ ہدایت پا گیا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ دُنیا بھر میں پھیل گئے۔ انہوں نے راہ گم کردہ لوگوں کی راہنمائی کی اور انہیں سیدھی راہ دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دُنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی اشاعت کے مرکز قائم ہو گئے اور ایک عالم اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔

(۴)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (الجمعۃ ع)

اور ان (صحابہؓ) کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس (رسول) کو بھیجے گا جو ابھی تک اُن سے نہیں ملی اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

بخاری شریف میں مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! "یہ آخرین" کون لوگ

ہوں گے۔ آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لو کان الایمانُ معلّقاً بالثریا لنالہٗ رجلٌ اور رجالٌ من فارس۔ یہ لوگ سلمان فارسیؓ کی نسل سے متعلق ہوں گے اور اُس زمانہ میں اگر اسلام دُنیا سے ناپید ہو کر ثریا تک بھی جا پہنچا ہوگا تو یہ لوگ اسے پھر سے دُنیا میں قائم کر دیں گے۔

متذکرہ بالا آیت میں وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گمراہی اور ضلالت کے اُس بعد کے آنے والے دَور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ پانے والے یہ لوگ محض خدا تعالےٰ کے اُس فضلِ عظیم کے رہینِ منّت ہوں گے جو خدا تعالیٰ اُن پر نازل فرمائے گا۔ ورنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس قدر بُعدِ زمانہ کے باوجود صحابہؓ کا درجہ پالینا اُن کے لئے آسان کام نہ ہوگا۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے زمانہ میں پھر کچھ ایسے خوش نصیب انسان پیدا ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس خادم کے فیضِ صحبت سے اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کر کے اپنے نفسوں کو پاک کر لیں گے اور پھر اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر تقوی کی باریک راہوں پر گامزن ہونگے، اور اس طرح صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدا کے رنگ میں رنگین ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ کو پالینگے انشاء اللہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان کے متعلق فرمایا ہے ع

صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

(۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سلسلہ بیعت میں داخل ہونے والے اصحاب سے فرماتے ہیں :-

"تمام مخلصین و داخلین سلسلۂ بیعت اِس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو"

(آسمانی فیصلہ زیر عنوان اطلاع)

گویا حضور علیہ السلام کے نزدیک سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قیام کی اصل غرض یہ ہے کہ :-

ا۔ اِس سلسلہ میں داخل ہونے والوں کے دل سے دُنیا کی محبت جاتی رہے۔

ب۔ یہ دوست حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں چُور ہو جائیں تا وہ حضورؐ کے نقشِ قدم پر چل کر اعلیٰ روحانی مراتب حاصل کر سکیں اور

ج۔ اُن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی شدید محبت پیدا ہو جائے اور وہ اپنے تئیں اس کی راہ میں فنا کر دیں اور اِس طرح ایک نئی زندگی حاصل کر لیں جو سابقہ زندگی سے یکسر مختلف ہو۔

"اپنے اندر ایک نیک تبدیلی پیدا کر لیں اور بالکل نئے انسان بن جائیں"۔
(ملفوظات ص۷۲-۷۳)

اِس قسم کی نیک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے صالحین کی صحبت ضروری ہوتی ہے تا انسان اُن کے پاس بیٹھ کر اُن کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اِس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اِس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقینِ کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے۔"
(آسمانی فیصلہ)

مگر چونکہ بیعت کرنے والے ہر دوست کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں مستقل طور پر حاضر ہو جاتا اور حضور علیہ السلام سے فیضِ صحبت حاصل کر سکتا اس لئے حضور علیہ السلام نے بیعت کرنے اور سلسلہ میں داخل ہونے والوں کی سہولت کے لئے سال میں تین دن مقرر فرما دیئے تا وہ کثیر تعداد میں اِن دنوں مرکز میں آئیں اور حضورؑ کی صحبت سے فیوض و برکات حاصل کریں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ر دسمبر سے ۲۹ر دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے۔ آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ر دسمبر کی تاریخ آجائے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے اِس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اِس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہیگا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔" (آسمانی فیصلہ)

چنانچہ سوائے ایک سال کے ۱۸۹۲ء سے ۱۹۰۷ء تک حضور علیہ السلام کے اکثر خدام ہر سال کم از کم جلسہ سالانہ کے ایام میں قادیان میں حاضر ہوتے۔ حضورؑ کی زبانِ مبارک سے ربّانی باتیں، ہاں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی باتیں اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ روحانی کی کیفیات اور قرآن مجید کے معارف سنتے اور حضورؑ کی دعاؤں میں شریک ہوتے اور اس مسیحا نفس کی صحبت میں تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرتے ہوئے اپنے اندر ایک نیک تغیر محسوس کرتے۔ آہستہ آہستہ اُن کے دلوں میں دُنیا کی محبت سرد ہوتی چلی گئی۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی محبت بڑھتی چلی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیدا ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں سرشار

ہوتے چلے گئے۔ اِس طرح کہ انہوں نے بالآخر محض اُس کی خاطر اپنا سب کچھ فدا کر دیا اور اپنے اُوپر فنا وارد کر لی اور اِس طرح محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے ایک نیا رُوپ اختیار کر لیا۔

(۵)

شمعِ عشق کے یہ پروانے ۱۹۰۷ء کے اواخر میں جلسہ سالانہ کے ایام میں پھر اپنے اس محبوب محسنؑ کے در پہ حاضر تھے اور اُس کی زیارت سے مشرف ہیں جس نے ان راہ گم کردہ انسانوں کو جمع کر کے انہیں پھر سے اسلام سے روشناس کیا تھا۔ اُن پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشوکت اور علوِ مرتبت واضح کی تھی۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عشق سے سرشار کیا تھا اور ان کے دل میں اپنے مولا سے شدید محبت پیدا کر دی تھی۔ حضور علیہ السلام سیر کے لئے تشریف لیجا رہے تھے اُن میں سے ہر شخص جسمانی طور پر بھی حضورؑ سے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ کھوے سے کھوا چھلتا تھا ہر شخص حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے روحانی باتیں سُننے کے لئے بیتاب تھا۔ ایسی باتیں جو دلوں کو گرما دیتیں، جو دلوں کی مَیل دھو دیتیں، جو دُنیا کی محبت سرد کر دیتیں اور جو عشقِ رسولؐ اور عشقِ خدا کی لَو لگا دیتیں۔ سات سَو عشاق پروانہ وار حضورؑ پر گر رہے تھے۔ آخر حضورؑ کے لئے چلنا مشکل ہو گیا حضورؑ رُک گئے اور خدام کی جان نثاری اور فریفتگی کو دیکھ کر فرمایا:۔

"اب تو جماعت نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ہمارے لئے اِس دُنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا ہے۔" (الفضل ۳۱ر دسمبر ۱۹۰۷ء)

اور پھر حضورؑ واپس تشریف لے آئے۔

مخلص خدام کی اِس کثرت کو دیکھ کر گویا حضورؑ کا قلبِ مطہر اس یقین سے لبریز تھا کہ اِن فدائیوں کی اتنی بڑی تعداد اکنافِ عالم میں پھر سے اسلام کا جھنڈا گاڑ دینے اور دُنیا کو خدا تعالیٰ کے آستانہ پر جُھکا دینے کیلئے کافی ہو گی۔ انشاء اللہ

(۶)

اِن چند سَو فدائیوں کے فیضِ صحبت سے آج ہم خدا کے فضل سے ہر سال اسّی ہزار کے لگ بھگ اسی جلسہ سالانہ میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جس کی بنیاد مسیحِ پاک علیہ السلام نے رکھی تھی۔ سات سَو اور اسّی ہزار میں ایک اور سَو سے بھی زیادہ کی نسبت ہے۔ یہ اسّی ہزار انسان اگر اپنے اندر وہی تغیر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو حضور علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ کے کردار میں واضح طور پر ہمیں نظر آتا ہے۔ اسوۂ رسُولؐ کو اپنانے کی امنگ، اللہ تعالیٰ کو پا لینے کی زبردست خواہش، یکسر بدل جانے کی تڑپ، للّٰہی وقف اور خدمتِ دین کیلئے بے پناہ جوش تو وہ دن دُور نہیں جبکہ اسّی ہزار کی بجائے آٹھ کروڑ بلکہ اسّی کروڑ انسان ہر سال جلسہ سالانہ میں شریک ہونگے

اور ربّانی باتوں کو سُن کر اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کر کے عشقِ رسول اور عشقِ خدا کے جذبہ سے سرشار ہو کے لَوٹیں گے۔ انشاء اللہ۔

مگر جیسا کہ عرض کیا گیا ہے یہ تبھی ممکن ہوگا جبکہ ہم بھی اپنے اندر للّٰہیت کا وہی رنگ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام میں سے ہر ایک میں ہمیں نظر آتا ہے۔ یہ رنگ ہم میں تبھی پیدا ہو سکتا ہے جبکہ ہم اپنے ہر کام میں تقویٰ اختیار کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس شعر میں جس کا ایک مصرعہ الہامی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

تقویٰ ہی یہ تمام تر خوبیوں اور نیکیوں کا دارومدار ہے۔ اگر ہم اپنے ہر کام میں تقویٰ کو ملحوظ رکھیں اور یہ دیکھیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب تو نہیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے آہستہ آہستہ اپنے تئیں للّٰہیت اور روحانیت کے اُس رنگ میں رنگین کرنے میں انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے، جس رنگ میں صحابہؓ رنگین تھے۔ وما توفیقنا الّا باللہ العلیّ العظیم۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

ا۔ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى (البقرہ ع ۲۲)

کامل نیک وہ شخص ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔

ب۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ (البقرہ ع ۲۵)

اور نیکی کا جو کام بھی تم کروگے اللہ ضرور اس کی قدر کو پہچانے گا۔ اور زادِ راہ ساتھ لو اور یاد رکھو کہ بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندو مجھ سے ڈرو۔

ج۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرہ ع ۲۴)

اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ یقیناً متقیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

د۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمران ع ۱۸)

اُن میں سے اُن کے لئے جنہوں نے اچھی طرح اپنا فرض ادا کیا ہی اور تقویٰ اختیار کیا ہے بڑا اجر ہے۔

س۔ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (زمر ع ۶)

اور اللہ تعالیٰ متقیوں کو ہر قسم کی تکلیفوں سے نجات بخشے گا اور ساتھ ہی وہ کامیابی عطا کریگا جو ان کی شان کے مطابق ہوگی۔ نہ تو کوئی تکلیف ان کو پہنچے گی اور نہ انہیں کسی گزشتہ کوتاہی پر ملال ہوگا۔

اور "تقویٰ" کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

ا۔ "تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ ہر چیز کی جڑ ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں ہر ایک باریک در باریک رگِ گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شبہ بھی ہو اُس سے بھی کنارہ کرے۔"
(ملفوظات جلد دوم صہ ۳۲۱)

ب۔ "متقی وہ ہے جو احتمال اور شُبہ سے بھی بچے۔" (ملفوظات جلد ۲ صہ ۳۳۵)

ج۔ "آدم سے لے کر آج تک کسی کو تقویٰ کے سوا فتح نہیں ہوتی .... تقویٰ کا پودا قائم ہو جائے تو اس کے ساتھ زمین و آسمان اُلٹ سکتے ہیں۔" (ملفوظات جلد ۲ صہ ۳۴۰)

د۔ "یاد رکھو یہ تقویٰ بڑی چیز ہے۔ خوارق کا صدور بھی تقویٰ ہی سے ہوتا ہے۔ اور اگر خوارق نہ بھی ہوں پھر بھی تقویٰ سے عظمت ملتی ہے۔ تقویٰ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے حاصل ہونے سے انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر نقشِ وجود مٹا سکتا ہے۔ کمالِ تقویٰ یہی ہے کہ اس کا اپنا وجود ہی نہ رہے۔" (ملفوظات جلد ۲ صہ ۳۴۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں تقویٰ اختیار کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین ؂

فلاحِ دارین کے حصول کا طریق

"اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں فلاحِ دارین حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو، عقل سے کام لو اور کلامِ الٰہی کی ہدایات پر چلو۔ خود اپنے تئیں سنوارو اور دوسروں کو اپنے اخلاقِ فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ۔" (ملفوظات)

شمائل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(مکرّم شیخ عبد القادر صاحب مربّی سلسلہ لاہور)

شمائل جمع ہے شمیلہ کی جس کے معنی ہیں۔ الطبع۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے جب کسی شخص کے شمائل بیان کئے جائیں تو اس میں اس کی شکل وشباہت۔ لباس، طعام۔ مذاق طبیعت اور عادات شامل ہیں۔

شکل وشباہت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل وشباہت یا حلیہ سے متعلق جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور جس کا نقشہ خود حضرت اقدس نے اشعار میں کھینچا ہے پہلے وہ بیان کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں :۔

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم ✣ حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم
رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّں است ✣ زانساں کہ آمدست در اخبار سرورم
ایں مقدمم نہ جائے شکوک است و التباس
سیّد جدا کند ز مسیحائے احمرم

ترجمہ :۔ مَیں موعود ہوں اور حدیث نبوی میں بیان شدہ حلیہ کے مطابق آیا ہوں۔ افسوس ہے اگر آنکھوں سے میرے وجود کا نظارہ نہ کریں۔

میرا رنگ گندمی ہے اور بالوں سے بھی جس طرح میرے سردار کی حدیثوں میں مذکور ہے فرق ظاہر ہے۔

میری آمد کسی شک وشبہ کا محل نہیں کیونکہ (میرا) سردار مجھے سرخ رنگ والے مسیح سے جُدا قرار دے رہا ہے۔

ان اشعار میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اور حضرت مسیح ناصری کے بالوں میں جو فرق ہے اور جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اسے خاص طور پر بیان فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ تھا۔ اور بال خمدار۔ مگر آنیوالے مسیح کا رنگ گندم گون لکھا ہے اور اسی فرق کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان اشعار میں اشارہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد میں وہ حلیہ بیان کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کے ایک فرد یعنی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے آپ کا بیان فرمایا ہے محترم ڈاکٹر صاحب بیان فرماتے ہیں :-

" آپ کے تمام حلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ :-

" آپ مردانہ حُسن کا اعلیٰ نمونہ تھے "

مگر یہ فقرہ بالکل نامکمل رہے گا ۔ اگر اس کے ساتھ دوسرا نہ ہو کہ :-

" یہ حسن ایک روحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا "

اور جس طرح آپ جمالی رنگ میں اس امّت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح آپ کا جمال بھی خدا کی قدرت کا نمونہ تھا اور دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف کھینچتا تھا ۔ آپ کے چہرہ پر نورانیت کے ساتھ رعونت ہیبت اور استکبار نہ تھے ۔ بلکہ فروتنی ، خاکساری اور محبت کی آمیزش تھی ۔

جسم اور قد آپ کا جسم دُبلا نہ تھا ۔ نہ آپ بہت موٹے تھے ۔ البتہ آپ دوہرے جسم کے تھے ۔ قد متوسط تھا اگرچہ ناپا نہیں گیا مگر اندازاً پانچ فٹ آٹھ انچ کے قریب ہوگا ۔ کندھے اور چھاتی کشادہ اور آخر عمر تک سیدھے رہے نہ کمر جھکی نہ کندھے ۔ تمام جسم کے اعضاء میں تناسب تھا ۔ یہ نہیں کہ ہاتھ بے حد لمبے ہوں یا ٹانگیں یا پیٹ اندازہ سے زیادہ نکلا ہوا ہو ۔ غرض کسی قسم کی بدصورتی آپ کے جسم میں نہ تھی ۔ جلد آپ کی متوسط درجہ کی تھی ۔ نہ سخت کھردری اور نہ ایسی ملائم جیسی عورتوں کی ہوتی ہے ۔ آپ کا جسم پلپلا اور نرم نہ تھا بلکہ مضبوط اور جوانی کی سختی لئے ہوئے ۔ آخر عمر میں آپ کی جلد کہیں سے بھی نہ لٹکی نہ آپ کے جسم پر جھریاں پڑیں ۔

آپ کا رنگ ---- آپ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا ۔ یعنی اس میں ایک نورانیت اور سُرخی جھلک مارتی تھی اور یہ جھلک جو آپ کے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی عارضی نہ تھی بلکہ دائمی ۔ کبھی کسی صدمہ رنج ابتلا مقدمات اور مصائب کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا اور ہمیشہ چہرہ مبارک کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا کسی مصیبت اور تکلیف نے اس چمک کو دور نہیں کیا ۔ علاوہ اس چمک اور نور کے آپ کے چہرہ پر ایک بشاشت اور تبسّم ہمیشہ رہتا تھا اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر یہ شخص مفتری ہے اور دل سے اپنے تئیں جھوٹا جانتا ہے تو اس کے چہرہ پر یہ بشاشت اور طمانیت قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں ۔ یہ نیک ظاہر کسی بد باطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا ۔ اور ایمان کا نور بدکار کے چہرہ پر درخشندہ نہیں ہو سکتا ۔

آپ کے بال سر کے بال نہایت سیدھے چکنے چمکدار اور نرم تھے (مہندی کے رنگ سے رنگین رہتے تھے ۔ گھنے اور کثرت سے نہ تھے بلکہ کم کم ۔ اور نہایت ملائم تھے ۔ گردن تک لمبے تھے ۔ آپ نہ ہر منڈاتے تھے نہ خشخاش یا اس کے قریب کترواتے تھے ۔ بلکہ اتنے لمبے رکھتے تھے جیسے عام طور پر پٹے رکھے جاتے ہیں ۔ سر میں تیل بھی ڈالتے تھے چنبیلی یا حنا وغیرہ

کا۔ یہ عادت تھی کہ بال سوکھے نہ رکھتے تھے۔

ریش مبارک اچھی گھنی دار تھی۔ بال مضبوط، موٹے اور چمکدار سیدھے اور نرم حنا سے سُرخ رنگے ہوئے تھے۔ داڑھی کو لمبا چھوڑ کر حجامت کے وقت فاضل آپ کتروا دیتے تھے یعنے بے ترتیب اور ناہموار نہ رکھتے تھے۔ بلکہ سیدھی نیچے کو اور برابر رکھتے تھے۔ ریش مبارک تینوں طرف چہرے کے تھی۔ بہت خوبصورت نہ اتنی کم کہ چھدری اور صرف ٹھوڑی پر ہو نہ اتنی کہ آنکھوں تک بال پہنچیں۔

چہرہ مبارک آپ کا کتابی یعنی معتدل لمبا تھا اور حالانکہ عمر شریف ستر اور اسّی سال کے درمیان تھی پھر بھی جھریوں کا نام ونشان نہ تھا اور نہ متفکرانہ غصّہ ور طبیعت والوں کی طرح پیشانی پر شکن کے نشانات نمایاں تھے۔ رنج و فکر۔ تردد یا غم کے آثار چہرہ پر دیکھنے کی بجائے زیارت کنندہ اکثر تبسّم اور خوشی کے آثار ہی دیکھتا تھا۔

چشم آپ کی آنکھوں کی سیاہی سیاہی مائل شربتی رنگ کی تھی۔ اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں مگر پپوٹے اس وضع کے تھے کہ سوائے اُس وقت کے جب آپ اُن کو خاص طور پر کھولیں ہمیشہ قدرتی غض بصر کے طور پر رہتی تھیں۔ بلکہ جب مخاطب ہو کر بھی کلام فرماتے تھے تو آنکھیں نیچی ہی رہتیں۔ گھر میں بھی بیٹھتے تو اکثر آپ کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھا ہے۔

ناک ناک حضرت اقدس کی نہایت خوبصورت اور بلند و بالا تھی۔ پتلی۔ اُونچی اور موزوں۔ نہ پھیلی ہوئی تھی نہ موٹی۔

کان کان حضور کے متوسط یا متوسط سے ذرا بڑے۔ نہ باہر کو بہت بڑھے ہوئے نہ بالکل سر کے ساتھ لگے ہوئے۔ قلمی آم کی قاش کی طرح اوپر سے بڑے نیچے سے چھوٹے۔ قوتِ شنوائی آپ کی آخر تک عمدہ اور خدا کے فضل سے برقرار رہی۔

رخسار مبارک آپ کے نہ پچکے ہوئے اندر کو تھے نہ اتنے موٹے کہ بہت باہر کو نکل آویں۔ نہ رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ بھنویں آپ کی الگ الگ تھیں پیوستہ ابرو نہ تھے۔

پیشانی اور سر مبارک پیشانی مبارک آپ کی سیدھی اور بلند چوڑی تھی اور نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت آپ کے جبین سے ٹپکتی تھی علم قیافہ کے مطابق ایسی پیشانی بہترین نمونہ اعلیٰ صفات اور اخلاق کا ہے یعنی جو سیدھی ہو نہ آگے کو نکلی ہوئی نہ پیچھے کو دھسی ہوئی اور بلند ہو یعنی اونچی اور کشادہ ہو۔ اور جو چوڑی ہو۔ بعض پیشانیاں گو اونچی ہوں مگر چوڑائی ماتھے کی تنگ ہوتی ہے۔ آپ میں یہ تینوں خوبیاں جمع تھیں اور پھر یہ خوبی کہ چیں بہ جبیں بہت ہی کم پڑتی تھی۔

سر آپ کا بڑا تھا اور علم قیافہ کی رو سے ہر سمت سے پورا تھا۔۔۔۔ آپ کی کنپٹی کشادہ تھی۔ اور آپ کی کمال

عقل پر دلالت کرتی تھی۔

لبِ مبارک آپ کے پتلے نہ تھے مگر تاہم ایسے موٹے بھی نہ تھے کہ بُرے لگیں۔ دہانہ آپ کا متوسط تھا اور جب بات نہ کرتے ہوں تو مُنہ کُھلا نہ رہتا تھا۔۔۔۔ بعض اوقات جب مجلس میں خاموش بیٹھے ہوں تو آپ عمامہ کے شملہ سے دہان مبارک ڈھک لیا کرتے تھے۔۔۔۔۔۔

گردنِ مُبارک آپ کی گردن مبارک متوسط لمبائی اور موٹائی میں تھی۔

آپ اپنے مطاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اُن کی اتّباع میں ایک حد تک جسمانی زینت کا خیال ضرور رکھتے تھے۔ غسل جمعہ، حجامت، حنا، مسواک، روغن اور خوشبو، کنگھی اور آئینہ کا استعمال برابر مسنون طریق سے فرمایا کرتے تھے۔ مگر بانکے یا بنے ٹھنے رہنا آپ کی شان سے بہت دور تھا۔

لباس آپ کو کسی خاص قسم کے خاص لباس کا شوق نہ تھا۔ آخری ایّام کے کچھ سالوں میں آپ کے پاس کپڑے سادے اور سلے سلائے بہت آتے تھے۔ خاص کر کوٹ، صدری، پاجامہ اور قمیص وغیرہ جو اکثر شیخ رحمت اللہ صاحبؓ ہر عید بقر عید کے موقع پر اپنے ہمراہ نذر لاتے تھے وہی آپ استعمال فرمایا کرتے تھے مگر علاوہ ان کے کبھی کبھی خود بھی بنوا لیا کرتے تھے۔ عمامہ تو اکثر خود ہی خرید کر باندھتے تھے۔ جس طرح کپڑے بنتے تھے اور استعمال ہوتے تھے اُسی طرح ساتھ ساتھ خرچ بھی ہوتے جاتے تھے۔ یعنی ہر وقت تبرّک مانگنے والے طلب کرتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ تو نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ آپ ایک کپڑا بطور تبرّک کے عطا فرماتے تو دوسرا بنوا کر اُسی وقت پہننا پڑتا۔ اور بعض سمجھدار اس طرح بھی کرتے تھے کہ مثلاً ایک کپڑا آپ بنوا کر بھیج دیا اور ساتھ عرض کر دیا کہ حضور ایک اپنا اُترا ہوا تبرّک مرحمت فرمائیں۔

بنیان آپ نہ پہنتے تھے بلکہ اس کی تنگی سے گھبراتے تھے۔ اِسی طرح صدری اور کوٹ اور قمیص کے کفوں میں اگر بٹن ہوں تو وہ بھی ہمیشہ کُھلے رہتے تھے۔ آپؑ کا طرزِ عمل ما انا مِنَ المتکلّفین کے ماتحت تھا کہ کسی مصنوعی جکڑ بندی میں جو شرعاً غیر ضروری ہے پابند رہنا آپ کے مزاج کے خلاف تھا اور نہ آپ کو کبھی پروا تھی کہ لباس عمدہ ہے یا بُرش کیا ہوا ہے یا بٹن سب درست لگے ہوئے ہیں یا نہیں۔ صرف لباس کی اصلی غرض مطلوب تھی۔ بارہا دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہیں۔ بلکہ صدری کے بٹن کوٹ میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔ آپ کی توجہ ہمہ تن اپنے منصب کی طرف تھی۔ اصلاحِ نفس میں اتنے محو تھے کہ اصلاحِ لباس کی طرف توجہ نہ تھی۔" الخ

آپ کو دیکھ کر کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس شخص کی زندگی یا لباس میں کسی قسم کا تصنّع ہے یا یہ زیب و زینت دنیوی کا دلدادہ ہے ہاں البتہ الرُّجزَ فاھجُر کے ماتحت صاف اور ستھری چیز ہمیشہ پسند فرماتے اور گندی اور میلی چیز سے سخت نفرت رکھتے۔ یہاں تک کہ صفائی میں اِس قدر اہتمام تھا کہ بعض اوقات

آدمی موجود نہ ہو تو بیت الخلاء میں خود فینائل ڈال لیتے تھے۔

عمامہ آپ ململ کا باندھا کرتے تھے اور اکثر دس گز یا کچھ اوپر لمبا ہوتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمامہ کے نیچے اکثر رومی ٹوپی رکھتے تھے اور گھر میں عمامہ اتار کر صرف یہ ٹوپی پہنے رہا کرتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جوتی اگر تنگ ہوتی تو اسکی ایڑی بٹھا لیتے۔

لباس کے ساتھ ایک چیز کا اور بھی ذکر کر دیتا ہوں وہ یہ کہ آپ عصا ضرور رکھتے تھے۔ گھر میں یا جب مسجد مبارک میں روزانہ نماز کو جانا ہوتا تب تو نہیں مگر مسجد اقصیٰ کو جاتے وقت یا جب باہر سیر وغیرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو ضرور ہاتھ میں ہوا کرتا تھا۔ اور موٹی اور مضبوط لکڑی کو پسند فرماتے مگر کبھی اس پر سہارا یا بوجھ دیکر نہ چلتے تھے جیسے اکثر ضعیف العمر آدمیوں کی عادت ہوتی ہے۔

موسم سرما میں ایک دھسّہ لے کر آپ مسجد میں نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے جو اکثر آپ کے کندھے پر پڑا ہوا ہوتا تھا اور اسے اپنے آگے ڈال لیا کرتے تھے۔ جب تشریف رکھتے تو پھر پیروں پر ڈال لیتے۔

کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ اتار کر رات کو تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھونٹی پر ٹانگ دیتے ہیں وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے اور صبح کو اُن کی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلوٹ کا دشمن ان کو دیکھ لے تو سر پیٹ لے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تحریر وغیرہ کا سب کام پلنگ پر ہی اکثر فرمایا کرتے اور دوات قلم اور بستہ اور کتابیں یہ سب چیزیں پلنگ پر موجود رہا کرتی تھیں کیونکہ یہی جگہ میز کرسی اور لائبریری سب کا کام دیتی تھی اور ما انا من المتکلفین کا عملی نظارہ خوب واضح طور پر نظر آتا تھا۔

مکان و لباس میں سادگی

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

حضرتؑ مکان اور لباس کی آرائش اور زینت سے بالکل غافل اور بے پرواہ ہیں۔ خدا کے فضل سے حضورؑ کا یہ پایہ اور منزلت ہے کہ اگر چاہیں تو آپ کے مکان کی اینٹیں سنگِ مرمر کی ہو سکتی ہیں اور آپ کے پا انداز سندس اور اطلس کے بن سکتے ہیں مگر بیٹھنے کا مکان ایسا معمولی ہے کہ زمانہ کی عرفی فیشن اور صفائی کا جان دادہ تو ایک دم کے لئے وہاں بیٹھنا پسند نہ کرے۔ میں نے بارہا وہ تخت لکڑی کا دیکھا ہے جس پر آپ گرمیوں میں بیٹھتے ہیں اس پر مٹی پڑی ہوتی ہے اور میلا ہے جب بھی آپ نے نہیں پوچھا۔ اور جو کسی نے خدا کا خوف کر کے مٹی جھاڑ دی ہے جب بھی التفات نہیں کیا کہ آج کیسا صاف اور پاک ہے۔ غرض اپنے کام میں اس قدر استغراق ہے کہ ان مادی باتوں کی مطلق پروا نہیں۔

جب مہمانوں کی ضرورت کے مطابق مکان بنوانے کی ضرورت پیش آتی بار بار یہی تاکید فرماتی ہے کہ اینٹوں اور پتھروں پر پیسہ خرچ کرنا فضول ہے اتنا ہی کام کرو جو چند روز بسر کرنے کی گنجائش ہو جاوے۔ نجّار تیر بندیاں اور تختے

رندہ سے صاف کر رہا تھا روک دیا اور فرمایا محض تکلف ہے اور ناحق کی دیر لگانا ہے، مختصر کام کر دو۔

لباس کا یہ حال ہے کہ پشمینہ کی بڑی قیمتی چادر ہے جس کی سنبھال اور پڑتال میں ایک دنیادار کیا کیا غور و پرداخت کرتا اور وقت کا بہت سا حصہ بے رحمی سے اس کی پرستش میں صرف کر دیتا ہے حضرت اسے اس طرح خوار کرتے ہیں کہ گویا ایک فضول کپڑا ہے۔

واسکٹ کے بٹن نیچے کے ہول میں بند کرنے سے رفتہ رفتہ سبھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ ایک دن تعجب سے فرمانے لگے کہ بٹن کا لگانا بھی تو آسان کام نہیں، ہمارے تو سارے بٹن جلدی ٹوٹ جاتے ہیں۔

آپ کی سادگی اور بے تکلفی

آپ کی سادگی اور بے تکلفی کے بیسیوں واقعات ہیں لیکن چند ایک بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) مئی ۱۸۹۳ء میں جب ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ امرتسر میں مباحثہ ہو رہا تھا جو جنگ مقدس کے نام سے مشہور ہے۔ اس مباحثہ کے شروع میں حضور ہال بازار پر مطبع ریاض ہند کے متصل ایک مکان میں قیام فرما تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی فرماتے ہیں کہ مجھے بھی ان ایام میں کچھ خدمت کا موقعہ ملتا تھا۔ ایک روز جو مولوی اللہ دین صاحب امرتسری اور میں بائیبل سے حوالجات کی فہرست تیار کر کے حضرت اقدسؑ کے پاس لے گئے تو حضورؑ اس مکان کے کوٹھے پر دیوار کے سایہ میں ایک معمولی چٹائی بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ اتنی بڑی بھی نہ تھی کہ اس پر اگر آپ لیٹنا چاہیں تو لیٹ سکتے۔

اسی طرح جب اس مکان سے اٹھ کر خان محمد شاہ والے مکان میں چلے گئے تو اسی مقصد کے لئے مجھے اور میاں اللہ دین صاحب کو اس مکان میں اندر جانا پڑا تو آپؑ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور وہ اتنی چوڑی تھی کہ آپ کا نیچے کا جسم گھٹنوں تک زمین پر تھا مگر آپ نہایت بے تکلفی اور سادگی سے اس پر لیٹے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ ان واقعات کو دیکھ کر میرے اور میاں اللہ دین صاحب کے دل پر کیا گزرا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میاں اللہ دین صاحب نے کہا تھا کہ یہاں کوئی دری بچھا دی جاوے تو فرمایا:۔

"نہیں میں سونے کی غرض سے تو نہیں لیٹا تھا۔ کام میں حرج ہوتا ہے اور یہ آرام کے دن نہیں ہیں۔"

(سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت شیخ عرفانی صاحبؓ)

(۲) حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ مالک ریاض ہند پریس امرتسر کا بیان ہے کہ:۔

"جنگ مقدس کی تقریب پر بہت سے مہمان جمع ہو گئے تھے۔ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کھانا رکھنا یا پیش کرنا گھر میں بھول گیا۔ میں نے اپنی اہلیہ کو تاکید کی ہوئی تھی مگر وہ کثرت کاروبار اور مشغولیت کی وجہ سے بھول گئی یہاں تک کہ رات کا بہت بڑا حصہ گزر گیا اور حضرتؑ نے بڑے انتظار کے بعد استفسار فرمایا تو سب کو فکر ہوئی۔ بازار بھی بند ہو چکا تھا اور کھانا نہ مل سکا۔ حضرتؑ کے حضور صورت حال کا اظہار کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا اس قدر گھبراہٹ اور

تکلف کی کیا ضرورت ہے دستر خوان میں دیکھ لو کچھ بچا ہوا ہوگا وہی کافی ہے۔ دستر خوان کو دیکھا تو اس میں روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"یہی کافی ہے" اور اُن میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر کھا لئے اور بس۔"

غور فرمائیے اگر حضورؑ کی بجائے کوئی پیر ہوتا یا دُنیوی وجاہت رکھنے والا کوئی رئیس ہوتا تو خدام پر کیا گذرتی۔ اور کس طرح عجلت میں اس کے لئے کھانا تیار ہوتا۔

آپؑ کی مجلس میں سادگی

۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو جب حضرت اقدسؑ مع خدام خود بنفسِ نفیس چولہ بابا نانک دیکھنے کیلئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تو راستہ میں ایک جگہ آپؑ تشریف فرما تھے کہ بعض لوگ سُن کر ملاقات کو آئے مگر آپؑ کی سادگی اور بے تکلفی نے ان میں سے بعض کو فوراً شناخت کر لینے کا موقع نہ دیا اور انہوں نے جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہیؓ کو حضرت مسیح موعودؑ سمجھ کر ہاتھ بڑھایا تاکہ مصافحہ کریں۔ جناب مولوی صاحبؓ نے اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے اپنے آقا و مولیٰ کا پتہ دیا۔ اللہ! اللہ!!

(۳) گورداسپور میں کرم دین کے مقدمات کے ایام میں جب آپؑ جامن کے درختوں کے نیچے بیٹھا کرتے تھے تو ہزاروں آدمیوں نے دیکھا کہ:۔

"آپ کس سادگی اور بے تکلفی سے زمرۂ خدام میں تشریف فرما ہیں۔"

(۴) حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے لکھا ہے:۔

ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور دلدادہ تھا، ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ آپ سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں۔ لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

"میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تُندخو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور میں بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔" (بحوالہ سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت عرفانی صاحبؓ صفحہ ۲۹۸)

آگے چل کر حضرت مولوی صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

"آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔" (صفحہ ۲۹۹)

ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپؑ کو خصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔ جو کچھ چاہتا ہے بے تکلفی سے عرض کر لیتا ہے۔

گھنٹوں کوئی اپنی داستان شروع رکھے اور وہ کیسی ہی بے سروپا کیوں نہ ہو، آپ پوری توجہ سے سُنتے جاتے ہیں۔ بسا اوقات حاضرین اپنی بساطِ قلب اور حوصلہ کے موافق سُنتے سُنتے اکتا گئے ہیں۔ انگڑائیاں اور جمائیاں لینے لگ گئے ہیں۔ مگر حضرتؑ کی کسی حرکت نے ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ملال کا نشان ظاہر نہیں کیا۔

آپؑ کی مجلس کا یہ رنگ نہیں کہ آپؑ سرنگوں اور متفکر بیٹھے ہوں اور سامنے حاضرین حلقہ کئے یوں بیٹھے ہوں جیسے دیواروں کی تصویریں ہیں بلکہ وقت کے مناسب آپؑ تقریر کرتے ہیں اور کبھی کبھی مذاہب باطلہ کی تردید میں بڑے زور شور سے تقریر فرماتے ہیں۔ گویا اس وقت آپؑ ایک عظیم الشان لشکر پہ حملہ کر رہے ہیں اور ایک اجنبی ایسا خیال کرتا ہے کہ جنگ ہو رہی ہے۔" (صنٓ ۳)

خدّام سے سلوک

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ آپؑ کے پُرانے خادم تھے۔ عرصۂ دراز تک ساتھ رہے وہ حضرت اقدسؑ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے:-

"مَیں نے تو ایسا انسان کبھی دیکھا ہی نہیں۔"

"مجھے ساری عمر کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ مَیں بڑا ہی سُست تھا اور اکثر آپؑ کے ارشادات کی تعمیل میں دیرھی کر دیا کرتا تھا۔ بایں ہمہ سفر میں مجھے ہمیشہ ساتھ رکھتے۔"

۲- پیرا جو آپؑ کا ایک خادم تھا بالکل اَن پڑھ اور معمولی عقل کا آدمی تھا۔ اس سے بعض اوقات ایسی حرکات سرزد ہوتی تھیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اُسے کب کا نکال دیتا۔ مگر چونکہ آپؑ اس کی سرشت سے واقف تھے آپؑ نے اُسے کبھی نہیں جھڑکا۔

ایک مرتبہ حضورؑ بیمار ہوئے۔ پیرے کو بھی خبر ہوگئی۔ وہ اُس وقت کوئی مٹی گارے کا کام کر رہا تھا۔ پاؤں کیچڑ میں لت پت تھے۔ اسی حالت میں مسجد میں چلا آیا۔ آگے دری تھی اور یہ قدرتی امر تھا کہ اس کی اِس حالت سے پاس والوں کے کپڑے اور دری کا فرش خراب ہوتا۔ اسی ہیئت کذائی سے وہ آگے بڑھا اور حضرتؑ کو دبانے لگا۔ بعض نے اس کو کہا کہ تو کس طرح آگیا۔ تیرے پاؤں خراب ہیں۔ مگر اُس نے کچھ بھی نہیں سُنا اور حضرت کو دبانے لگا حضرت نے فرمایا:-

"اس کو کیا خبر ہے۔ جو کرتا ہے کرنے دو۔ حرج نہیں۔"

یہ پیرا جب بیمار ہوا تو حضرت اقدسؑ نے حضرت میاں اکبر خاں صاحب سنوری کو اس کے علاج کے لئے مقرر فرمایا اور اس کو جونکیں لگوانے کا حکم دیا۔ انہوں نے بہت تلاش کیا کوئی جونکیں لگانے والا نہ مل سکا۔ حضرت اس پر ناراض ہوئے کہ کیوں بٹالہ وغیرہ سے جاکر کسی کو نہ لائے۔ (باقی صفحہ ۴۴ پر)

یورپ اور افریقہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی

عیسائی حلقوں کی طرف سے اضطراب اور مسلم زعما کی طرف سے خوشی کا اظہار

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی دن ایسا نہیں چڑھتا جو فی زمانہ مشرق و مغرب میں اسلام کی روز افزوں ترقی کو دنیا پر آشکار کرنے کا موجب نہ ہوتا ہو۔ اسلام کی یہ ترقی حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے عین مطابق آپ کی ہی قائم کردہ جماعت کی مجاہدانہ کوششوں کے نتیجہ میں ظہور میں آرہی ہے۔ اس ترقی کی وجہ سے ایک طرف عیسائی دنیا میں شدید اضطراب کی لہر دوڑی ہوئی ہے اور دوسری طرف اسلامی دنیا کے نامور زعماء جماعتِ احمدیہ کی ان مساعی کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہوئے اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ قبل ازیں ان صفحات میں ایک طرف اس اضطراب اور دوسری طرف خوشی و مسرت کے اظہار کی متعدد مثالیں پیش کی جا چکی ہیں۔ امروزہ اشاعت میں ہم اس کی بعض اور مثالیں ہدیۂ احباب کرتے ہیں۔

(۱)

جہاں تک اسلام کی اس روز افزوں ترقی پر عیسائی حلقوں کی طرف سے اضطراب اور سراسیمگی کے اظہار کا تعلق ہے اس کا ایک تازہ ثبوت سوئٹزرلینڈ کے ایک جرمن روزنامہ "Bundner Tagbllat" کی ایک حالیہ اشاعت سے بھی ملتا ہے جس کا انگریزی اقتباس مبلغ سوئٹزرلینڈ مکرم شیخ ناصر احمد صاحب نے زیورک سے ارسال فرمایا ہے۔ یہ اخبار اپنی ۳ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں "متفرق ثقافتی نوٹس" کے مستقل عنوان کے تحت رقمطراز ہے:۔

"مندرجہ بالا عنوان کے تحت ہم پہلے بھی اس عجیب و غریب حقیقت پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ اسلام نے باقی دنیا سے بظاہر صدیوں الگ تھلگ اور بے تعلق رہنے کے بعد ہمارے اپنے زمانہ میں اپنی سابقہ تاریخ اور باطنی قوت کی پھر جھلک دکھانی شروع کر دی ہے اور ایک پُرزور حرکت اور عزم کے ساتھ اس نے ساری دنیا کو اپنا حلقہ بگوش بنانے کی ٹھان لی ہے۔

"اسلام میں سب سے زیادہ مستعد اور چاق و چوبند فرقہ وہ ہے جو جماعتِ احمدیہ کے نام سے موسوم ہے اور جس نے پہلے ہی مغربی یورپ کے متعدد ممالک میں اپنی شاخیں قائم کرنے کے علاوہ وہاں متعدد مساجد بھی تعمیر کر لی ہیں۔

شاید ہم میں سے سب کو اس بات کا علم نہ ہو کہ خود ہمارے اپنے درمیان زیورک میں اس جماعت کا بہت فعّال تبلیغی مرکز موجود ہے جسے بظاہر کافی وسائل حاصل ہیں۔ اس مرکز کے کارکنان تبلیغی لیکچروں اور لٹریچر کی اشاعت کے ذریعے بہت زیادہ سرگرمی اور گرمجوشی کا ثبوت دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے انہوں نے ایسے پروٹسٹنٹ اور کیتھولک عیسائیوں میں جو گرجا جانے کے عادی ہیں تبلیغی لٹریچر تقسیم کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ یہ عام طور پر اسوقت یہ لٹریچر تقسیم کرتے ہیں جب لوگ گرجا میں عبادت کرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جارہے ہوتے ہیں۔

"اسلام کے اس تبلیغی مرکز کو اب تک جو کامیابی ہوئی ہے وہ تعداد کے لحاظ سے زیادہ نہیں ہے بعض غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق سوئٹزرلینڈ کے اصل باشندوں میں سے اب تک جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے ان کی تعداد تین چار سو کے درمیان ہے۔ یہ تعداد اُن نومسلموں کی ہے جو باقاعدہ رجسٹرڈ ممبران کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بظاہر یہ تعداد چنداں اہمیت نہیں رکھتی اور ان کے ایک چھوٹا سا فرقہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یورپ میں ایسی اور بھی درجنوں چھوٹی چھوٹی جماعتیں موجود ہیں جن کے اراکین کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں۔

"لیکن جب ہم اس کے بعض پہلوؤں پر غور کرتے ہیں تو ہمیں صورت حال یکسر بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ اسلامی جماعتیں محض فرقے ہی نہیں ہیں یہ اپنی ذات میں ایک عالمی مذہب کے بڑے فعّال اور مستعد تبلیغی مراکز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے ماحول اور ارد گرد کے علاقے میں جاتے ہیں اور اس حال میں جاتے ہیں کہ رُوحانی تقدس کا ایک نورانی ہالہ انکے گرد ہوتا ہے اور پھر یہ ایک غیر مبدّل اندازِ زیست کی دلکشی، فکر و نظر کے ایک سادہ اسلوب کی جاذبیت، ولولہ انگیز ماضی کی حوصلہ افزائی، بھرپور ثقافتی روایات کی اثر انگیزی اور رندانہ جوش و خروش کی فراوانی سے پوری طرح مزیّن ہوتے ہیں اور یہ سب چیزیں مل کر ان میں وہ کشش اور دلربائی پیدا کر دیتی ہیں کہ جو بہت سے لوگوں پر جادو کا سا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اگرچہ بلحاظ تعداد ان کی کامیابی چنداں اہم نہیں ہے لیکن ہمیں یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اوّل تو یورپ میں اسلامی مشن ابھی نوزائیدگی کی حالت میں ہے دوسرے اسلام کی اس عالمی تحریک کے قائدین اس عزم بالجزم سے مالامال ہیں کہ وہ ان ابتدائی کامیابیوں پر کسی صورت بھی اکتفا نہیں کریں گے۔

"اس سال کے آغاز میں جماعت احمدیہ کے قائدین نے اپنے اراکین سے ایک پُر زور اپیل کی ہے۔ اس اپیل میں تمام احمدی خاندانوں پر زور دیا گیا ہے کہ وہ فی خاندان کم از کم ایک فرد ایسا پیش کریں جو رُوئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوعِ انسان تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے مبلغ کے طور پر خدمات بجالائے اور اس طرح پوری غیر مسلم دُنیا کے خلاف تبلیغی ہلّہ بولنے میں ہاتھ بٹائے۔

"یہ امر کہ ان کا یہ عزم طے شدہ پروگرام کے مطابق بر وئے کار آ کر مثمر ثمرات ثابت ہو رہا ہے اس حقیقت سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ آج بھی افریقہ میں حالت یہ ہے کہ عیسائیت قبول کرنے والے ایک افریقی باشندے کے بالمقابل بائیس افریقی باشندے

اسلام قبول کر کے اس کے حلقہ بگوش بن جاتے ہیں۔

"یہ صحیح ہے کہ جہاں تک اسلامی تعلیمات اور اسلام کی مذہبی اصطلاحات کے مغرب میں نفوذ پذیر ہونے کا سوال ہے اس کے لئے ابھی بہت زیادہ وقت اور جدوجہد کی ضرورت ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ مسلم مشنریز اس بناء پر حوصلہ ہارنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلاشبہ وہ اس یقین پر قائم ہیں کہ مغرب کو فتح کرنے کا ساز گار موقع یہی ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ساتھ کے ساتھ اس عزم سے بھی لبریز ہیں کہ وہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھا کر ہی دم لیں گے۔"

(۲)

جماعت احمدیہ کی مجاہدانہ کوششوں کے نتیجے میں اطراف وجوانب عالم میں اسلام کی یہ روز افزوں ترقی دنیا کے مسلم زعماء کے لئے کس طرح خوشی اور مسرت کا باعث ثابت ہو رہی ہے اسکے ثبوت میں وہ آراء پیش کی جاسکتی ہیں جن کا بعض زعماء نے تحریری طور پر اظہار کیا ہے۔ ستمبر ۱۹۶۱ء میں گھانا (مغربی افریقہ) کے دارالحکومت اکرا میں برطانوی دولتِ مشترکہ کی اقتصادی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں شرکت کے لئے بعض مسلم ماہرینِ اقتصادیات بھی وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر گھانا کے احمدیہ مشن کی طرف سے ۱۲ ستمبر کو کانفرنس میں شریک پاکستانی وفد کے قائد جناب ایس۔ اے حسینی صاحب گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں ملایا کے امور دولتِ مشترکہ اور صنعت کے وزیر جناب شجاع بن رحمٰن اور سیرالیون کے نائب وزیر اعظم جناب ایم۔ ایس مصطفیٰ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اس تقریب کے بعد ان سب زعماء نے احمدیہ مشن کی "Visitors' Book" یعنی زائرین کی کتاب میں جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے انگریزی زبان میں جو آراء رقم فرمائیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کا اُردو ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جناب ایس۔ اے حسینی گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان نے رقم فرمایا:-

"مشن اسلام کی ترقی کے لئے جو کام کر رہا ہے اسے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔"

جناب شجاع بن رحمٰن وزیر امور دولتِ مشترکہ ملایا نے تحریر فرمایا:-

"مَیں اس یقین پر مضبوطی سے قائم ہوں کہ جہاں تک افریقہ کے اتحاد کا تعلق ہے اسلام حال اور مستقبل میں اس کا ایک بہت مؤثر وسیلہ ثابت ہوگا۔

اسلام ہر قسم کے سامراجی مقاصد سے یکسر پاک ہوتے ہوئے بنی نوع انسان کو متحد کرنا چاہتا ہے۔ آج دنیا روحانی رہنمائی کی طالب ہے اور اسلام ہی وہ مذہب ہے جو یہ رہنمائی مہیا کر سکتا ہے۔

یہ حقیقت میرے لئے فخر کا باعث ہے کہ احمدیہ مشن نے اِس حصّۂ دنیا میں اسلام پھیلانے میں بہت محنت اور سرگرمی کا ثبوت دیا ہے۔ یہ لوگ ہر تعریف و توصیف اور تائید و حمایت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نصرت سے نوازے اور مشن اپنی مساعی میں کامیاب و کامران ثابت ہو۔ آمین"

اسی طرح سیرالیون کے نائب وزیر اعظم جناب ایم۔ ایس مصطفےٰ نے حسب ذیل رائے رقم فرمائی:۔

"عیسائی دنیا کی شدید مخالفت کے باوجود احمدیہ مشن کی طرف سے گھانا میں تبلیغ اسلام کا جو شاندار کام ہو رہا ہے میں اس سے بہت متاثر ہوا ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ اگر گھانا کی حکومت انہیں مناسب موقع اور تحفّظ دے جس کے یہ لوگ بجا طور پر مستحق ہیں تو یہ اہلِ گھانا کی مذہبی ضروریات کو جنہیں عرصہ سے محسوس کیا جا رہا ہے پورا کر دکھائیں گے"

شمائل حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

(بقیّہ ص ۴۰)

۳۔ منشی غلام محمدؐ کاتب کے ساتھ سلوک

منشی غلام محمدؐ امرتسری ایک اچھے کاتب تھے وہ حضرت اقدسؑ سے اپنی مقررہ تنخواہ کے علاوہ عجیب عجیب طریقوں سے پیسے وصول کیا کرتے تھے مگر حضرت اقدسؑ ان کے سالہا نخروں کو برداشت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضورؑ مسجد میں تشریف لائے۔ نماز کے بعد بیٹھ گئے اور ہنس کر فرمایا آج عجیب واقعہ ہوا۔ اس کے بعد حضورؑ نے حسب ذیل واقعہ بیان فرمایا۔

حضورؑ اندر لکھ رہے تھے کہ منشی غلام محمدؐ صاحب کا بیٹا روتا اور چلاّتا ہوا بھاگتا آیا اور اس کے پیچھے منشی غلام محمدؐ صاحب جوتا ہاتھ میں لئے ہوئے شور مچاتے آئے کہ باہر نکل میں تجھ کو مار ہی ڈالوں گا۔ حضرت اقدسؑ یہ شور سن کر باہر نکلے اور منشی صاحب سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ وہ یہی کہے جاتے تھے کہ میں نے اِس کو مار ہی دینا ہے۔ آخر حضرت کے اصرار پر بتایا کہ "حضور میں نے اس کو نیا جوتا لیکر دیا تھا اس نے گم کر دیا ہے اب میں اِس کو مار ہی دوں گا" حضرتؑ سن کر ہنس پڑے اور منشی صاحب کو کہا کہ اس پر اتنا شور مچانے کی کیا ضرورت ہے اور مارتے کیوں ہو۔ بات تو صرف جوتے کی ہے میں ہی نیا جوتا خرید کر دوں گا۔

حضرتؑ اِس واقعہ کو بیان کرتے تھے اور ہنستے تھے کہ دیکھو اس نے کیا کیا۔ تنخواہ کے علاوہ اس کی خوراک اور دودھ وغیرہ کا خرچ بھی آپؑ دیتے۔ ضروری پارچات بستر، گرم کوٹ، رضائی وغیرہ بھی حضرتؑ کے ہاں سے لیتا مگر آپ نے اُسے کبھی یہ نہیں کہا کہ میاں! تم کتابت کی اُجرت لیتے ہو باقی چیزیں کیوں مانگتے ہو، خود انتظام کرو وغیرہ *

بچوں کا صفحہ

کھانے کے آداب

بچو! آج ہم آپ کو کھانے کے بعض اسلامی آداب بتاتے ہیں۔ یہ سب باتیں جو ہم آپ کو بتائیں گے ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری رہنمائی کے لئے اپنی حدیثوں میں بیان فرمائی ہوئی ہیں۔ یہ سب باتیں ہمارے فائدے کی ہیں اور خدا کو خوش کرنے والی ہیں اس لئے آپ کو چاہیئے کہ آپ انہیں بہت توجہ سے پڑھیں اور کھانا کھاتے وقت ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھیں۔

سب سے پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ کھانا ہمیشہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھایا جائے یعنی آپ جب بھی کھانا کھانے بیٹھیں تو کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ضرور پڑھیں۔ اس کے معنی ہیں میں اللہ کا نام لے کر جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے شروع کرتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھائیں۔ کھانا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کی عزت کا تقاضہ ہے کہ اس کے لئے ہم دایاں ہاتھ ہی استعمال کریں۔ بایاں ہاتھ استعمال کرنے میں بے ادبی اور ناشکری کا رنگ پایا جاتا ہے بعض بچے اس بات کا خیال نہیں رکھتے اور بائیں ہاتھ سے کھانے لگتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی مسلمان نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کی حمد بجا لائی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔ ہمارے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھائے یا پانی پیئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد بجا لائے۔ چنانچہ حضورؐ کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ سب بچوں کا بھی فرض ہے کہ

کھانا کھانے کے بعد ضرور یہ دُعا پڑھیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ ضرور دھوئے جائیں۔ اوّل تو صفائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ صاف ہاتھوں سے کھانا کھایا جائے اور بعد میں بھی ہاتھوں کو صاف کر لیا جائے۔ دوسرے اس کا فائدہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے کھانے میں برکت پڑتی ہے چنانچہ ہمارے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھانے کی برکت یہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے جائیں۔

کھانے کے اور بھی بعض آداب ہیں جنہیں ہم آئندہ کسی اشاعت میں بیان کریں گے۔ احمدی بچوں کا فرض ہے کہ جو باتیں ہم نے اِس وقت بیان کی ہیں اُن پر باقاعدگی سے عمل کریں۔ یہاں تک کہ یہ باتیں اُن کی عادت بن جائیں اور کبھی ان میں سے کسی بات کے بھولنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سب بچوں کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں اپنی برکتوں اور رحمتوں سے نوازے آمین +

قرآن مجید کی خوبیاں

ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی شان میں ایک نظم لکھی ہے جو بہت ہی شاندار اور پیاری ہے۔ ہم یہاں اُس نظم کے بعض اشعار درج کرتے ہیں تاکہ بچے انہیں پڑھ کر قرآن مجید کی خوبیوں سے آگاہ ہوں:-

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اِس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اِس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے مُنہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا
اِس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
اِس سے خدا کا چہرہ نمودار ہوگیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہوگیا
وہ رہ جو عزّ و جل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہّر بناتی ہے
وہ رہ جو یارِ گمشدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
وہ رہ جو اُس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اُسکے پانے کی کامل سبیل ہے
اِس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

(درثمین)

مرکزی اعلانات

عہدیداران انصار اللہ کے انتخابات برائے ۱۹۶۲-۶۴ء

انصار اللہ کے موجودہ عہدیداران ناظمین اضلاع - زعماء اعلیٰ اور زعماء مجالس کی میعاد ۳۱ دسمبر ۱۹۶۱ء کو ختم ہو رہی ہے - ضروری ہے کہ اس میعاد کے ختم ہونے سے قبل نئے انتخابات کروا لئے جائیں تا کہ نئے عہدیدار بغیر کسی توقف کے یکم جنوری ۱۹۶۲ء سے اپنا کام شروع کر سکیں - لہذا تمام امراء اصحاب و پریذیڈنٹ صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ از راہِ کرم اپنے اپنے اضلاع اور مجالس میں حسب قواعد آئندہ تین سال یعنی ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۴ء کیلئے ناظمین اضلاع - زعماء اعلیٰ اور زعماء کے انتخابات زیادہ سے زیادہ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۱ء تک کروا لیں اور پھر اپنی سفارش کے ساتھ منتخب شدہ نام برائے منظوری مرکز میں بھجوا دیں - جزاکم اللہ احسن الجزاء - انتخاب کے لئے قواعد حسب ذیل ہوں گے :-

(حسب قاعدہ ۱۵۵ء، ۱۵۶ء، ۱۶۹ء، ۱۷۰ء، ۱۸۴ء، ۱۸۴/۱ دستور اساسی انصار اللہ)

۱ - انتخاب بذریعہ ووٹ ہوگا اور اعلانیہ -

۲ - انتخاب امیر مقامی، پریذیڈنٹ یا ان کے نمائندے کی نگرانی میں ہوگا - کورم ½ ہوگا - اگر ایک بار اجلاس ہونے پر کورم پورا نہ ہوگا تو دوسری بار کورم ⅓ ہوگا - انتخاب کے لئے اشارۃً یا وضاحتاً پروپیگنڈا کی اجازت نہ ہوگی - منتخب شدہ نام منظوری کے لئے صدر مجلس کو بھجوا دیا جائے گا - انتخاب میں شرکت کی تفصیل حسب ذیل ہوگی :-

ناظم ضلع - مجالس ماتحت کے زعماء اعلیٰ اور زعماء اس انتخاب میں شریک ہوں گے -

زعیم اعلیٰ - زعیم اعلیٰ کے انتخاب کے لئے جملہ اراکین مجلس شامل ہوں گے -

زعیم - زعیم کے انتخاب کے لئے حلقہ کے اراکین شریک ہوں گے -

نوٹ :- یہ امر واضح رہے کہ موجودہ عہدیدار ۳۱ دسمبر ۱۹۶۱ء تک کام کریں گے - نئے عہدیدار بشرطِ منظوری یکم جنوری ۶۲ء سے کام شروع کریں گے -

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

ربوہ

امتحان انصار اللہ ..... سہ ماہی چہارم

"کشتیٔ نوح"

تاریخ امتحان:- (۱۷ دسمبر ۱۹۶۱ء)

اراکینِ انصار اللہ کے لئے اِس سال کی چوتھی سہ ماہی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف "کشتیٔ نوح" کا امتحان مقرر ہے۔ یہ امتحان انشاء اللہ ۱۷ دسمبر بروز اتوار (اور ربوہ میں ۱۵ دسمبر بروز جمعہ) منعقد ہوگا۔ یہ امتحان کتاب دیکھ کر جواب لکھنے کی شکل میں ہوگا اور پرچہ صرف ڈیڑھ گھنٹہ کا ہوگا۔ جملہ زعماء صاحبان اپنی اپنی مجلس میں اس امتحان کی تیاری ابھی سے شروع کروا دیں اور کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ اراکین اِس امتحان میں شمولیت کریں۔ (قائد تعلیم انصار اللہ مرکزیہ)

ماہنامہ "انصار اللہ" کا نئے سال کا چندہ

ماہنامہ "انصار اللہ" خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی عمر کا ایک سال مکمل کر چکا ہے الحمد للہ۔ جن احباب نے گزشتہ سال اکتوبر، نومبر، دسمبر میں ماہنامہ کی خریداری قبول فرمائی تھی ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ آئندہ سال کے لئے ماہنامہ کی قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں تاکہ بعد میں وی پی کے زائد اخراجات برداشت نہ کرنے پڑیں۔ (منیجر ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ)

احباب کرام کی اطلاع کے لئے!

ماہنامہ "انصار اللہ" کا یہ شمارہ بعض ایسے احباب کی خدمت میں بھی بھجوایا جا رہا ہے جو ابھی تک اس کے خریدار نہیں۔ اُن سے گزارش ہے کہ ماہنامہ "انصار اللہ" کی خریداری قبول فرماتے ہوئے ازراہِ کرم سالانہ چندہ مبلغ پانچ روپے ہمیں جلد بھجوا دیں تا وی پی کے زائد اخراجات برداشت نہ کرنے پڑیں۔

ماہنامہ "انصار اللہ" ایک بلند پایہ تربیتی رسالہ ہے جو اصل لاگت سے کم قیمت پر دیا جا رہا ہے تاکہ ہر احمدی دوست اسے خرید سکے۔ (منیجر ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ)

«تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ»

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں :-

''(ضروری ہے کہ) اس سلسلہ میں داخل ہو کر تمہارا وجود الگ ہو اور تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ، جو کچھ تم پہلے تھے وہ نہ رہو یہ مت سمجھو کہ تم خدا تعالی کی راہ میں تبدیلی کرنے سے محتاج ہو جاؤ گے یا تمہارے بہت سے دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ نہیں، خدا کا دامن پکڑنے والا ہر گز محتاج نہیں ہوتا۔ اس پر کبھی برے دن نہیں آ سکتے۔ خدا جس کا دوست اور مددگار ہو اگر تمام دنیا اس کی دشمن ہو جاوے تو کچھ پرواہ نہیں۔ مومن اگر مشکلات میں بھی پڑے تو وہ ہر گز تکلیف میں نہیں ہوتا بلکہ وہ دن اس کے لئے بہشت کے دن ہوتے ہیں۔ خدا کے فرشتے ماں کی طرح اسے گود میں لے لیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ خدا خود ان کا محافظ اور ناصر ہو جاتا ہے۔ یہ خدا جو ایسا خدا ہے کہ وہ علی کل شئی قدیر ہے وہ عالم الغیب ہے وہ حی و قیوم ہے، اس خدا کا دامن پکڑنے سے کوئی تکلیف پاسکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ خدا تعالی اپنے حقیقی بندے کو ایسے وقتوں میں بچا لیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے،،

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ — ۱۰ جولائی ۱۹۰۲)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہوا